

جامعہ دارالتقویٰ
لاہور کا ترجمان

ماہنامہ

دارالتقویٰ

لاہور

جُمَادَی الأُولیٰ/جُمَادَی الثَّانِیَة ۱۴۴۸ھ نومبر 2026ء

خلیفہ بلافصل سیدنا

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سیرت کے درخشاں پہلو

مسندِ تدریس کے تقاضے اور صفاتِ معلم

اپنی تجارت کو بابرکت بنائیں

فضیلتِ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ

حرمین شریفین کا تحفظ، مسلم امہ کا اتحاد اور دفاعی خودمختاری

تیری گود میں پلتی ہے تقدیرِ اُمم

اہم اعلان

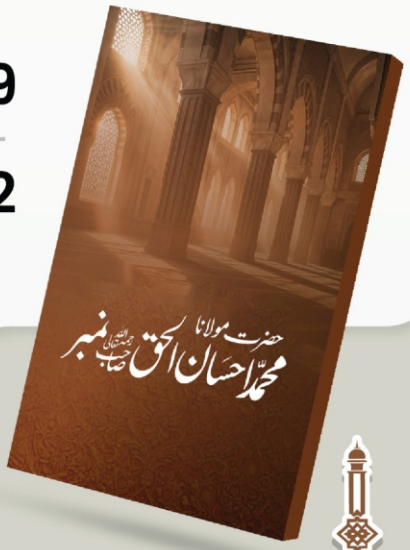
احباب دعوت وتبلیغ اور علماء کرام وطلباء کے لیے خوشخبری

ماہنامہ دار التقوی لاہور اپنی شاندار روایت کا تسلسل برقرار رکھتے ہوئے
ترجمان حیات الصحابہ محسن دعوت وتبلیغ خلیفہ مجاز حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا (رحمۃ اللہ)

{ حضرت اقدس مولانا محمد احسان الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ }

کی حیات وخدمات پر مشتمل اشاعت خاص کا فیصلہ کیا ہے۔

حضرت (رحمۃ اللہ) کے تلامذہ متعلقین سے گزارش ہے کہ اپنی یادداشتیں،
تاثرات وواقعات تحریر فرما کر دیے گئے واٹس ایپ نمبرز پر ارسال فرمائیں۔



0308-0077959

0321-4432142

تحریر جمع کروانے کی
آخری تاریخ
10 دسمبر

Mufti Online شرعی مسائل میں رہنمائی کیلئے +92-300-4113082 ifta4u@yahoo.com
/jamidarultaqwa www.darultaqwa.org +92-3-222-333-224

ترجمان جامعہ دارالتقویٰ لاہور

ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

بدعاء حضرتِ اقدس ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جلد 16 | جمادی الاولیٰ/ جمادی الثانیہ ۱۴۴۸ھ۔۔نومبر 2026ء | شمارہ 5

مجلس مشاورت

حضرت مولانا عثمان صاحب
حضرت مولانا عامر رشید صاحب
حضرت مولانا جمیل الرحمٰن صاحب

مجلس ادارت

مفتی محمد اسامہ صاحب
مولانا ذوالکفل صاحب
حافظ فہد اعوان صاحب

زیرِ سرپرستی: حضرت مولانا یوسف خان صاحب مدظلہ

مدیر: حضرت مولانا اویس احمد صاحب مدظلہ

مدیر مسئول: مولانا محمد سلیمان بن محمد یوسف صاحب

خط و کتابت کا پتہ

دفتر ماہنامہ دارالتقویٰ جامع مسجد الہلال چوبرجی پارک لاہور

فون نمبر: 04237414665 03214432142

سالانہ رسالے کے اجراء کے لیے مذکورہ پتہ پر منی آرڈر کریں

Email Address
Monthlydarultaqwa@gmail.com

اس دائرے میں سرخ نشان مدت خریداری کے ختم ہونے کی علامت ہے

فی شمارہ: 100 روپے

سالانہ بدل خرچ: 1500 روپے

مقام اشاعت

جامع مسجد الہلال
چوبرجی پارک لاہور

بینک اکاؤنٹ نمبر

1591001820660001

ٹائٹل اکاؤنٹ دارالتقویٰ ٹرسٹ
ایم آئی بی (مسلم کمرشل بینک)

مطبع: شرکت پرنٹنگ پریس

ترجمان جامعہ دارالتقویٰ لاہور

ماھنامہ دارالتقوی لاھور

فہرست

جمادی الاولیٰ/ جمادی الثانیہ ۱۴۴۸ھ۔۔نومبر 2026ء

حرف اولیں

حرمین شریفین کا تحفظ، مسلم امہ کا اتحاد اور دفاعی خودمختاری	محمد سلیمان	5

درسِ قرآن

ہر زمانے کے لیے قوت دفاع	مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ	9

مقالات ومضامین

فضیلتِ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ	ام رملہ	12
خلیفہ بلافصل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سیرت کے درخشاں پہلو	حافظ فہد اعوان	22
مسندِ تدریس کے تقاضے اور صفات معلم	ام محمد صاحبہ	32
تخصصات....معیار یا محض القاب؟	محمد احمد سومرو	36
تیری گود میں پلتی ہے تقدیرِ امم	بنت عمران کرین سٹی شاخ	41
اپنی تجارت کو بابرکت بنائیں	مفتی عبدالروف سکھروی صاحب	45
گلدستہ ارشادات ومکتوبات مولانا الیاس صاحبؒ	مولانا محمد ذوالکفل	52
خطبات داعی الی اللہ حضرت مولانا سعید احمد خاں	ادارہ	55
نیوزی لینڈ کا سفر	مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ	59
آپ کے مسائل ان کا حل	دارالافتاء والتحقیق	62

اخبارالجامعہ

اخبارالجامعہ	محمد سلیمان	65

حرف اولیں

حرمین شریفین کا تحفظ، مسلم امہ کا اتحاد اور دفاعی خودمختاری

آج کی دنیا لمحہ بہ لمحہ بدل رہی ہے۔ جغرافیائی سیاست کی بساط پر بڑی طاقتیں اپنے مفادات کی جنگ لڑ رہی ہیں، جس کے اثرات مختلف خطوں تک پھیل چکے ہیں۔ بالخصوص مشرقِ وسطیٰ اس وقت تاریخ کے مشکل موڑ پر کھڑا ہے۔ فلسطین میں جاری مظالم اور معصوم انسانیت کی تڑپ، ایران اور امریکہ کے درمیان جاری جنگ اور کشیدگی، اور خلیجی خطے کی سلامتی کو لاحق خدشات نے پورے عالمِ اسلام کو فکرمند کر دیا ہے۔ ایسے حالات میں امتِ مسلمہ کے سامنے سب سے بڑا چیلنج یہ ہے کہ وہ اپنے مقدسات، اپنے ممالک کی بقا اور آنے والی نسلوں کے مستقبل کے تحفظ کے لیے کیا عملی حکمتِ عملی اختیار کرتی ہے؟

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ مسلمانوں کے لیے محض جغرافیائی حدود یا دو شہروں کے نام نہیں، بلکہ یہ مقدس مقامات دنیا بھر کے مسلمانوں کے ایمان، عقیدت اور روح کا مرکز ہیں۔ خود خالقِ کائنات نے قرآنِ مجید میں مکہ مکرمہ کی قسم کھا کر اس کی عظمت و حرمت کو واضح فرمایا ہے۔ دنیا کے کسی بھی کونے میں بسنے والے مسلمان کے دل کی دھڑکن حرمین شریفین کے ساتھ دھڑکتی ہے۔ چنانچہ ان کی سلامتی اور حرمت پر آنچ آنا ہر مسلمان کے لیے ناقابلِ برداشت ہے۔

اگر کبھی ان مقدس مقامات کی سلامتی کو کوئی خطرہ لاحق ہونے کا اندیشہ پیدا ہو تو اسے کوئی عام یا معمولی سیاسی تنازع سمجھ کر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ معاملہ محض زبانی جمع خرچ یا جذباتی نعروں کا نہیں، بلکہ عملی تیاری اور دور اندیشی کا تقاضا کرتا ہے۔ مسلم ممالک کی یہ بنیادی دینی و اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی دفاعی

صلاحیتوں کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کریں، باہمی تعاون کو فروغ دیں اور ایک ایسا مضبوط دفاعی حصار قائم کریں جس کی موجودگی میں کوئی مخالف قوت حرمین شریفین کے خلاف جارحیت کا قدم اٹھانے سے پہلے کئی بار سوچے۔

اس سلسلے میں پاکستان اور سعودی عرب کے دیرینہ دفاعی تعلقات ایک روشن باب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ موجودہ متلاطم عالمی حالات میں پاکستان اور سعودی عرب کے درمیان طے پانے والا باہمی دفاعی معاہدہ اور دونوں ممالک کے درمیان تعاون کی فضا ایک خوش آئند اور وقت کی ضرورت کے مطابق پیش رفت ہے۔ یہ مشترکہ دفاعی پیش رفت ممکنہ جارحیت کی حوصلہ شکنی اور خطے میں سلامتی کے تحفظ کے لیے مؤثر کردار ادا کرسکتی ہے۔

آج کے دور میں حرمین شریفین کے تحفظ کے لیے ضروری ہے کہ پاکستان، ترکیہ، سعودی عرب اور دیگر اہم مسلم ممالک ایک دوسرے کے دست و بازو بنیں۔ ہمیں محض بیرونی اسلحے پر انحصار کرنے کے بجائے سائنس و ٹیکنالوجی، جدید سائنسی تحقیق، معاشی خودکفالت اور خودکفیل دفاعی صنعت پر توجہ دینی ہوگی۔ اس کے ساتھ تمام مسلم ممالک کے درمیان باہمی اعتماد، مستقل رابطے، مشترکہ دفاعی حکمتِ عملی اور اختلافات کو بات چیت سے حل کرنے کا ایک مؤثر نظام بھی موجود ہونا چاہیے۔ اگر امتِ مسلمہ اپنے وسائل اور صلاحیتوں کو باہمی تنازعات میں ضائع کرنے کے بجائے حرمین شریفین اور اپنے مشترکہ مفادات کے تحفظ کے لیے بروئے کار لائے تو اس کی منتشر قوت ایک مؤثر عالمی طاقت بن سکتی ہے۔

عالمی کشیدگی اور جنگوں کے اثرات صرف بارود کی بو یا میدانِ جنگ تک محدود نہیں رہتے، بلکہ ان کے معاشی اثرات عام آدمی کے باورچی خانے تک پہنچ جاتے ہیں۔ خلیجی خطے میں معمولی سی بے یقینی یا آبنائے ہرمز جیسی اہم تجارتی گزرگاہ پر منڈلاتے خطرات تیل کی عالمی فراہمی میں خلل کا خدشہ پیدا کردیتے ہیں۔ پاکستان جیسے ممالک، جو اپنی توانائی کی ضروریات کے لیے درآمدی تیل پر انحصار کرتے ہیں، کے لیے یہ صورتِ حال معاشی مشکلات میں اضافے کا سبب بن سکتی ہے۔ تیل کی قیمتوں میں معمولی اضافہ بھی بجلی، نقل وحمل اور روزمرہ استعمال کی اشیائے خورونوش کی قیمتوں پر اثر انداز ہوتا ہے، جس کا براہِ راست بوجھ عام شہری کو اٹھانا پڑتا ہے۔

موجودہ حالات میں باہمی اتحاد، معاشی خودمختاری اور مضبوط دفاع ہماری بقا کے لیے ناگزیر ہیں۔ مسلم

دنیا کو چاہیے کہ وہ اپنے گروہی اور سیاسی اختلافات کو پسِ پشت ڈال کر معاشی وتجارتی شراکت داری کو فروغ دے۔ خوراک اور توانائی کے محفوظ ذخائر قائم کرنے، تجارت کے متبادل راستے اختیار کرنے اور مشترکہ معاشی منصوبوں پر ہنگامی بنیادوں پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ وہی قومیں مشکل حالات میں اپنے مقدسات اور جغرافیائی حدود کا دفاع بہتر طور پر کر پاتی ہیں جو اندرونی طور پر مستحکم اور معاشی طور پر خودمختار ہوتی ہیں۔ یہی معاشی پائیداری مؤثر دفاع اور حقیقی باہمی تعاون کی مضبوط بنیاد ہے۔

گورنر راج: آئینی ضرورت یا سیاسی کشمکش؟

کسی بھی جمہوری ملک میں حکومتوں کا قیام عوامی مینڈیٹ کی بنیاد پر ہوتا ہے، اس لیے منتخب حکومت اور صوبائی خودمختاری کی اہمیت واضح ہے۔ تاہم بعض غیر معمولی حالات میں آئین وفاقی حکومت کو صوبے کے معاملات میں مداخلت کا اختیار بھی دیتا ہے۔ پاکستان میں گورنر راج کا معاملہ بھی اسی آئینی اور سیاسی بحث کا حصہ ہے۔

خیبر پختونخوا میں 11 اکتوبر 2026ء کو صدرِ مملکت نے وزیراعظم کے مشورے پر آئین کے آرٹیکلز 232 اور 234 کے تحت ہنگامی حالت اور گورنر راج نافذ کیا۔ وفاقی حکومت نے اس اقدام کی وجہ صوبے میں امن وامان کی خراب صورتِ حال اور دہشت گردی کے خلاف مؤثر اقدامات کی ضرورت کو قرار دیا، جبکہ بعض سیاسی جماعتوں نے اسے سیاسی اقدام قرار دیتے ہوئے پشاور ہائی کورٹ میں چیلنج کر دیا۔ 15 اکتوبر کو پارلیمان کے مشترکہ اجلاس نے بھی اس اقدام کی منظوری دے دی۔ اس صورتِ حال نے ملک میں آئینی اختیارات، صوبائی خودمختاری اور عوامی مینڈیٹ کے حوالے سے ایک بحث شروع کر دی ۔

گورنر راج آئین میں دیا گیا ایک غیر معمولی اختیار ہے، جسے معمول کی سیاسی کشمکش کا حصہ نہیں بننا چاہیے۔ اگر کسی صوبے میں واقعی ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ آئین کے مطابق نظامِ حکومت چلانا ممکن نہ رہے تو اس اختیار کے استعمال پر غور کیا جا سکتا ہے، لیکن اس کے لیے ٹھوس وجوہات، آئینی تقاضوں کی پابندی اور غیر جانب دارانہ جائزہ ضروری ہے۔ اسی طرح منتخب حکومتوں کو بھی اپنی ذمہ داریوں سے غفلت نہیں برتنی چاہیے، خصوصاً جب معاملہ عوام کے جان و مال کے تحفظ اور دہشت گردی کے خاتمے کا ہو۔

موجودہ صورتِ حال میں اصل ضرورت سیاسی محاذ آرائی بڑھانے کے بجائے امن وامان کی بحالی، عوام کے تحفظ اور آئینی اداروں کے وقار کو برقرار رکھنے کی ہے۔ دہشت گردی جیسے سنگین مسئلے سے نمٹنے کے

لیے وفاق اور صوبے کے درمیان مؤثر تعاون ناگزیر ہے۔ اگر سیاسی اختلافات کے باعث اداروں کے درمیان اعتماد ختم ہوجائے تو اس کا نقصان بالآخر عوام کو اٹھانا پڑتا ہے۔

گورنر راج کے معاملے میں یہ توازن برقرار رکھنا ضروری ہے کہ ریاست کی سلامتی بھی محفوظ رہے اور جمہوری اصول بھی پامال نہ ہوں۔ آئین میں دیے گئے اختیارات کا مقصد بحرانوں پر قابو پانا ہے، نہ کہ سیاسی اختلافات کو مزید گہرا کرنا۔ اس لیے موجودہ حالات کا بہتر حل آئینی حدود کی پابندی، سیاسی مکالمے، عدالتی نگرانی اور دہشت گردی کے خلاف مشترکہ حکمتِ عملی میں مضمر ہے۔ ریاست کی مضبوطی صرف انتظامی اختیارات کے استعمال میں نہیں، بلکہ آئین کی بالادستی، عوام کے اعتماد اور اداروں کے باہمی تعاون میں ہے۔

والسلام
مولانا محمد سلیمان
مدیر مسؤل

***

صرف اچھے خیالات یا بڑی خواہشات سے تقدیر نہیں بدلتی۔ کامیابی کا دارومدار آپ کی کوششوں اور پختہ ارادے پر ہوتا ہے۔ درخت پر لگے پھل کو پانے کے لیے جیسے شاخوں کو ہلانا پڑتا ہے، بالکل اسی طرح کامیابی کے درخت سے کامیابی کے پھل توڑنے کے لیے آپ کو اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانا ہوگا۔

درس قرآن: انوار البیان
مولانا عاشق الٰہی صاحبؒ

ہر زمانے کے لیے قوتِ دفاع

۞۔۔۔سورۃ الانفال۔۔۔۞۔۔۔آیت نمبر 60۞

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

وَأَعِدُّواْ لَهُم مَّا ٱسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ ٱلْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِۦ عَدُوَّ ٱللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَءَاخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ ٱللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُواْ مِن شَىْءٍ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ o

ترجمہ: اور ان کے مقابلہ کے لیے تیاری کرو جو کچھ تم سے ہو سکے قوت سے بھی اور پلے ہوئے گھوڑوں سے بھی، اس کے ذریعہ تم اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور ان لوگوں کو جو ان کے علاوہ ہیں ڈراتے رہو تم ان کو نہیں جانتے اللہ ان کو جانتا ہے۔ اور جو بھی کوئی چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دے دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

تفسیر: دشمنوں سے مقابلہ کے لیے سامان حرب تیار رکھو اور انہیں ڈراتے رہو ان آیات میں اول تو کافروں کو تنبیہ فرمائی کہ یہ کفار جو جنگ کے موقعہ پر بچ کر نکل گئے مقتول بھی نہ ہوئے اور قید میں بھی نہ آئے یہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ہم ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گئے اور بچ نکلے تو کامیاب ہو گئے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ وقتی طور پر بچ جانا مستقل بچاؤ نہیں ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے باہر نہیں ہیں وہ اسے عاجز نہیں کر سکتے، وہ چاہے گا تو دنیا میں بھی انہیں عقوبت میں مبتلا فرمائے گا اور آخرت میں تو بہرحال ہر کافر کے لیے سخت سزا ہے جس کا بیان قرآن مجید میں بار بار کیا گیا ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں کو حکم دیا کہ تم سے جو بھی

کچھ ہو سکے دشمنوں سے لڑنے اور ان کا دفاع کرنے کے لیے ہر طرح کی قوت تیار رکھو۔ لفظ (مَّا اسْتَطَعْتُمْ) بہت عام ہے ہر زمانہ کی ضرورت کے مطابق تیاری کرنے کو شامل ہے اور مِنْ قُوَّةٍ بھی نکرہ ہے یہ بھی عام ہے اور ہر قسم کی قوت جمع کرنے کو اس کا عموم شامل ہے، جس طرح کے ہتھیاروں کی جس زمانہ میں ضرورت ہو ان سب کا بنانا فراہم کرنا اور دوسری ہر طرح کی قوتیں اتحاد و اتفاق اور باہمی مشورہ یہ سب لفظ (مِنْ قُوَّةٍ) میں داخل ہیں۔ نیز (وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ) فرما کر پلے ہوئے گھوڑے تیار رکھنے کا بھی حکم فرمایا آیت بالا میں جو مِنْ قُوَّةٍ فرمایا کہ جہاں تک ممکن ہو ہر طرح کی قوت تیار کرو اس کی تفسیر فرماتے ہوئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا (اَلَآ اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ۔ اَلَآ اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ۔ اَلَآ اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ) یعنی قوت تیر پھینکنا ہے۔ تین بار ایسا ہی فرمایا۔ (رواہ مسلم ص ۱۴۲ ج ۱) اور تیر پھینکنے کی قوت اس لیے فرمایا کہ اس میں دور سے دشمن پر حملہ کیا جا سکتا ہے۔ دو بدو سامنے آ جائیں تو تلوار ہی سے لڑنا پڑے گا اور دور سے مقابلہ ہو تو دور ہی سے تیر اندازی کر کے دشمن کو پسپا کیا جا سکتا ہے اسی لیے غزوۂ بدر کے موقعہ پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرات صحابہ سے فرمایا کہ جب دشمن تمہارے قریب آ جائیں تو تیر مارنا اور اپنے تیروں کو حفاظت سے رکھنا۔ (رواہ البخاری ص ۵۶۷) مطلب یہ ہے کہ جب دشمن دور ہے تو اپنے تیروں کو پھینک کر ضائع نہ کرو کیونکہ وہ زمین میں گر جائیں گے۔ جب دشمن اتنا قریب آ جائے کہ ان کو تیر لگ سکے تو ان پر تیروں کی بو چھاڑ کر دو رہا مسئلہ تلوار سے قتل کرنے کا تو جب بالکل سامنے آ جائیں تو پھر جم کر تلوار کے ذریعہ جنگ کی جائے۔ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ کا عموم دور حاضر کے بموں کو بھی شامل ہے آنحضرت سرور عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جو اَلَآ اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ فرمایا اور لفظ رمی کا مفعول ذکر نہیں کیا اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ پھینکنے کی جب کبھی کوئی چیز ایجاد ہو جائے وہ سب قوت کے مفہوم میں داخل ہو گی اور مسلمانوں کو اس کے حاصل کرنے پر اہتمام کرنا بھی لازم ہو گا۔ جدید ہتھیار میزائل، بم سب اسی عموم میں داخل ہیں مسلمانوں پر لازم ہے کہ بحکم وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ) ہر طرح کے جدید ہتھیار تیار کر لیں اور خود بنائیں۔ ضرورت پڑے تو دوسروں سے بھی خرید سکتے ہیں لیکن صرف خریداری ہی پر موقوف نہ رکھیں آج کل تو جدید اسلحہ بنانے والے اہل کفر ہی ہیں اور کفر ملت واحدہ ہے۔ وہ کافروں کو پہلے دیں گے اور زیادہ دیں گے اور مسلمانوں کو اگر چاہیں گے تو تھوڑے ہتھیار دیں گے اور قیمت بہت زیادہ لیں گے۔ مسلمانوں کی یہ کتنی بڑی غفلت ہے کہ اہل کفر سے ہتھیار خریدتے ہیں اور خود نہیں بناتے اور اہل کفر کو اپنے اوپر مسلط کر رکھا ہے، وہ مجبور کرتے ہیں کہ تم کیا بنا

رہے ہو ہمیں دکھاؤ۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اپنی حیثیت کچھ بھی نہیں، یہ بہت بڑی بھول ہے۔ اسلام نے برتر ہو کر زندہ رہنا بتایا ہے۔ کافروں کے سامنے جھکنے اور انہیں اپنا راز دار بنانے کی اجازت نہیں دی۔ اپنی قوت تیار رکھنے کا حکم دینے کے بعد فرمایا (تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ) (اس کے ذریعہ تم اللہ کے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو ڈراتے رہو) جب طاقت ہوگی اور دشمنوں کو اس کی خبر ہوگی تو وہ تم سے ڈرتے رہیں گے اور حملہ آور ہونے کی ہمت نہ کریں گے۔ (وَ اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ) جو فرمایا اس کے بارے میں حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ نے فرمایا کہ اس سے یہود کا قبیلہ بنو قریظہ مراد ہے اور حضرت حسن نے فرمایا کہ اس سے منافقین مراد ہیں جو مسلمانوں میں مل جل کر رہتے ہیں اور اندر سے دشمن ہیں ان کو تمہاری طاقت کا پتہ ہوگا تو خود بھی ڈریں گے اور دوسروں کو بھی حملہ کرنے کی دعوت نہ دیں گے اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس سے فارس اور روم کے کافر مراد ہیں۔ جن سے نزول قرآن کے وقت تک مقابلہ نہیں ہوا تھا۔ بعد میں حضرات صحابہ نے ان کو شکست دی اور ان کے ممالک فتح کیے۔ (لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ) میں اس طرف اشارہ ہے، پھر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ (وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ) (اور جو کچھ بھی تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو تمہیں اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہ ہوگا) یعنی ایسا نہ ہوگا کہ ثواب ضائع کر دیا جائے۔ چونکہ ہتھیار تیار کرنے میں مال خرچ ہوتا ہے اور گھوڑے پالنے میں بھی خرچہ کرنا پڑتا ہے اور جہاد میں شریک ہونے کے لیے بھی مال کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے ہتھیاروں کی تیاری کا حکم دینے کے ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو بھی کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اس سب کا پورا پورا اجر پاؤ گے۔

***

فضیلتِ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ

انتخاب: ام رملہ

سیدنا حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما پر روافض کی طرف سے ہمیشہ مطاعن و مثالب کی بھرمار کی جاتی رہی ہے، کیے جانے والے اعتراضات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپؓ کے فضائل میں احادیث موجود نہیں ہیں یا یہ کہ احادیثِ صحیحہ نہیں ہیں کہ جن سے آپ کی فضیلت ثابت ہو سکے۔ نہ جانے اس اعتراض کا مقصد کیا ہے؟ لیکن عام طور پر جس پیرائے میں یہ اعتراض اُچھالا جاتا ہے، اس سے مقصود و مراد واضح ہو جاتی ہے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کے بیان میں اول تو یہ بات خوب ذہن نشین رہنی چاہیے کہ وہ تمام فضائل و مناقب جو مطلقاً بغیر کسی تقیید و تخصیص کے مجموعی طور پر جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں وارد ہوئے ہیں، ان کا مصداق جہاں پوری جماعتِ صحابہؓ ہے، بعینہٖ اسی طرح ان فضائل و کرامات میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی صحابیت کی حیثیت شریک و سہیم ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان چند منتخب اور چنیدہ بختاور افراد میں سے ہیں جن کو بارگاہِ نبوت ﷺ سے کتابتِ وحی کا منصب عطا تھا اور وہ وحیِ الٰہی لکھا کرتے تھے۔ بعض مفسرین کی تفسیر کے مطابق ان کاتبینِ وحی کی فضیلت، کرامت اور شرافت قرآنِ حکیم نے بیان کی ہے: ''بِأَيْدِيْ سَفَرَةٍ ،كِرَامٍ بَرَرَةٍ'' (العبس:۱۶،۱۵) یعنی یہ قرآن ایسے لکھنے والوں کے ہاتھ میں ہے جو باعزت، پاکباز اور نیکوکار ہیں۔

علاوہ ازیں خاص آپؓ کے شخصی فضائل و مناقب بھی احادیث میں بکثرت وارد ہوئے ہیں، سردست چند ایک پیشِ خدمت ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ بَادِيًا و مَّهْدِيًّا وَاهْدِ بِهٖ۔'' (جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۳۸۴۲)

ترجمہ: ''اے اللہ! معاویہؓ کو دوسروں کے لیے راہبر و راہنما اور ہدایت یافتہ بنا اور ان کے ذریعے

ہدایت پھیلا۔‘‘

اس روایت کو خود امام ترمذیؒ نے حسن قرار دیا ہے، اور حدیثِ حسن محدثین کے ہاں مقبول ہے۔

دوسری حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمائی:

’’اَللّٰھُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِیَۃَ الْکِتَابَ وَالْحِسَابَ وَ قِہِ الْعَذَابَ ۔‘‘ (مسند احمد: ۲۸/۳۸۳، رقم الحدیث: ۱۷۱۵۲)

ترجمہ: ’’اے اللہ! معاویہؓ کو کتاب اللہ اور حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے محفوظ فرما۔‘‘ اس حدیث کے بارے میں علّامہ عبدالعزیز پڑہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے صحت کا لکھا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو قیمتی نصائح سے بہرہ ور فرمایا:

’’حَدَّثَنَا رَوْحٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُوْ اُمَیَّۃَ عَمْرُو بْنُ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَدِّیْ، یُحَدِّثُ، اَنَّ مُعَاوِیَۃَ، اَخَذَ الْاِدَاوَۃَ بَعْدَ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ یَتْبَعُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِھَا، وَاشْتَکٰی اَبُوْھُرَیْرَۃَ، فَبَیْنَا ھُوَ یُوَضِّئُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَفَعَ رَاْسَہٗ اِلَیْہِ مَرَّۃً اَوْ مَرَّتَیْنِ وَھُوَ یَتَوَضَّأُ، فَقَالَ: یَا مُعَاوِیَۃُ! اِنْ وُلِّیْتَ اَمْرًا فَاتَّقِ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ وَاعْدِلْ۔‘‘ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۶۹۳۳)

ترجمہ: ’’حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بعد پانی کا لوٹا لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چل رہے تھے، حضرت ابوہریرہؓ بیمار تھے، اس دوران کہ حضرت معاویہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کروا رہے تھے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کے دوران ہی ایک دو دفعہ اُن کی طرف سر اٹھایا اور فرمایا: اے معاویہ! اگر تمہیں حکومت دی جائے تو تقویٰ اختیار کرنا اور عدل و انصاف سے کام لینا۔‘‘

ایسی روایت بھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں موجود ہے جو محدثین کے ہاں صحیح ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

’’عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، اَنَّ عُمَیْرَ بْنَ الْاَسْوَدِ الْعَنْسِیَّ، حَدَّثَہٗ اَنَّہٗ اَتٰی عُبَادَۃَ بْنَ الصَّامِتِ وَھُوَ نَازِلٌ فِیْ سَاحَۃِ حِمْصَ وَھُوَ فِیْ بِنَاءٍ لَہٗ، وَمَعَہٗ اُمُّ حَرَامٍ، قَالَ: عُمَیْرٌ،

فَحَدَّثَتنَا اُمُّ حَرَامٍ: اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، یَقُولُ: اَوَّلُ جَیْشٍ مِّنْ اُمَّتِیْ یَغْزُوْنَ الْبَحْرَ قَدْ اَوْجَبُوْا، قَالَتْ اُمُّ حَرَامٍ: قُلْتُ: یَا رَسُولَ اللّٰہِ! اَنَا فِیْهِمْ؟ قَالَ: اَنْتِ فِیْهِمْ، ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَوَّلُ جَیْشٍ مِنْ اُمَّتِیْ یَغْزُوْنَ مَدِیْنَةَ قَیْصَرَ مَغْفُورٌ لَهُمْ، فَقُلْتُ: اَنَا فِیْهِمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: لَا۔''

''عمیر بن اسود عنسی کہتے ہیں کہ حمص کے ساحل پر عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اپنے مقام پر فروکش تھے اور آپ کے ساتھ آپ کی زوجہ محترمہ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا بھی رفیقِ سفر تھیں، اس موقع پر جناب ام حرام رضی اللہ عنہا نے یہ بیان فرمایا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری اُمت کا پہلا لشکر جو سمندری جہاد کرے گا اس نے اپنے اوپر جنت واجب کر لی، حضرت ام حرامؓ نے عرض کی! یارسول اللہ! کیا میں ان میں شریک ہوں گی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان میں شامل ہو، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت کا پہلا لشکر جو مدینہ قیصر سے جہاد کرے گا، اس کی بخشش کر دی جائے گی، حضرت ام حرامؓ نے کہا کہ یارسول اللہ! کیا مجھے اس میں شمولیت نصیب ہوگی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔''

ترجمان اہل سنت حضرت مولانا محمد نافع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''محدثین کے نزدیک یہ ایک امر مسلم ہے کہ پہلی بار غزوۂ بحر جو ۲۷ھ میں پیش آیا تھا اور جس کو غزوۂ قبرص کہتے ہیں، اس میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ محترمہ ام حرامؓ شامل تھیں، اس بحری غزوہ کے امیر جیش حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے اور ان کی زوجہ محترمہ فاختہؓ بنت قرضہ نامی ان کے ہم راہ تھیں، اس جیش کے حق میں زبانِ نبوت سے مژدہ ثابت ہے، فلہٰذا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے یہ ایک بہت بڑی فضیلت ہے اور اس عالمِ فانی میں جنت کی خوشخبری اور وہ زبانِ نبوت سے یہ ایک نہایت سعادت مندی ہے، پس حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں عدمِ فضیلت کا قول کسی طرح درست نہیں۔'' (سیرتِ امیر معاویہؓ: ۱/ ۲۶۶، دارالکتاب، ۲۰۰۷ء)

حضرت مولانا محمد نافع صاحب قُدّس سرُّہ اسی طعن کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''اگر عدمِ صحت سے مراد یہ ہے کہ ان کی فضیلت میں کوئی حدیث ثابت نہیں تو یہ قول درست نہیں،

کیونکہ متعدد روایات جو درجۂ حسن میں ہیں، وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں موجود اور ثابت ہیں، اگرچہ ان کا استناد اصطلاحی صحت کے درجہ سے کم ہے، اور جو روایات درجۂ حسن میں ہوں وہ محدثین کے نزدیک مقبول ہیں اور ان سے شرعی احکام ثابت ہوتے ہیں، یہ قاعدہ عندالعلماء تسلیم شدہ ہے۔'' (سیرتِ امیر معاویہؓ: ۲/ ۲۶۲)

صاحب النبراس علّامہ عبدالعزیز پڑہارویؒ (المتوفی: ۱۲۳۹ھ) اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''فأحد المطاعن فيه هو أن بعض المحدثين ومنهم المجد الشيرازي في سفر السعادة، قالوا: لم يصح في فضائله حديث۔ وكذا عنوان البخاري حديث ابن أبي مليكة۔ قوله: ''ذكر معاوية'' لا بالمناقب والفضل كما فعل في غيره۔ والجواب أنه مر حديثان أحدهما من مسند أحمد والآخر من سنن الترمذي۔ فإن أريد بعدم الصحة عدم الثبوت فهو مردود لما مر بين المحدثين، فلا ضير، فإن فسحتها ضيقة، وعامة الأحكام والفضائل إنما تثبت بالأحاديث الحسان لعزة الصحاح۔ ولا ينحط ما في المسند والسنن عن درجة الحسن۔ وقد تقرر في فن الحديث جواز العمل بالحديث الضعيف في الفضائل، فضلا عن الحسن۔ وقد رأيت في بعض الكتب المعتبرة من كلام الإمام مجد الدين ابن الأثير صاحب ميزان الجامع: حديث مسند أحمد في فضيلة معاويةؓ صحيح، إلا أني لا أستحضر الكتاب في الوقت۔ ولم ينصف الشيخ عبد الحق الدهلوي في شرح سفر السعادة، فإنه أقر كلام المصنف ولم يتعقبه كتعقبه على سائر تعصباته۔ وأما الجواب عما فعله البخاري، فإنه تفنن في الكلام، فإنه فعل كذا في أسامة بن زيد وعبدالله بن سلام وجبير بن مطعم بن عبد الله، فذكر لهم فضائل جليلة معنونة بالذكر۔'' (الناهية عن طعن أمير المؤمنين معاويةؓ، ص: ۶۷، ۶۸، ط: غراس، كويت)

یعنی ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک اعتراض یہ بھی ہے جو بعض محدثین مثلاً مجد شیرازی نے سفر

السعادہ میں کیا ہے، چنانچہ یہ کہا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہے، نیز امام بخاریؒ نے بھی حدیث ابن ملیکہ پر بجائے ''المناقب'' اور ''الفضل'' کے ''ذکر معاویہؓ'' کا عنوان قائم کیا ہے، (جس سے ان کی فضیلت کے وارد نہ ہونے کا شبہ ہوتا ہے) جواب اس کا یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں دو احادیث گزر چکی ہیں: ایک مسند احمد کی اور دوسری سنن ترمذی کی۔ اگر عدمِ صحت سے مراد یہ ہے کہ ان کی فضیلت میں کوئی حدیث ثابت نہیں تو یہ قول درست نہیں، اور اگر صحت سے صحتِ مصطلحہ عند المحدثین مراد ہے تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ اس کا دائرہ تنگ ہے۔ احادیثِ صحیحہ کی قلت کی وجہ سے بیشتر شرعی احکام اور فضائل حسن درجہ کی احادیث سے ثابت ہوتے ہیں، اور مسند اور سنن کی روایت درجۂ حسن سے کم نہیں ہے، نیز فنِ حدیث میں یہ بات ثابت ہے کہ فضائل میں تو حدیثِ ضعیف پر بھی عمل کیا جاتا ہے، چہ جائیکہ حدیثِ حسن، (حدیثِ ضعیف پر عمل کا یہ قاعدہ عام نہیں ہے، بلکہ اس میں تفصیلات ہیں جو کتبِ اصولِ حدیث میں موجود ہیں) جبکہ میں نے کسی معتبر کتاب میں صاحبِ میزان الجامع علّامہ مجد الدین بن الاثیرؒ کی یہ بات دیکھی ہے کہ فضیلتِ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ میں مسند احمد کی روایت صحیح ہے، مگر اس وقت کتاب مستحضر نہیں، اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ''شرح سفر السعادۃ'' میں انصاف نہیں فرمایا، بلکہ مصنف کے کلام کو ثابت کر دیا ہے اور اس پر گرفت نہیں کی، جیسا کہ وہ ان کے دیگر تمام تعصّبات پر گرفت فرماتے رہے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے طرزِ عمل کا جواب یہ ہے کہ وہ تفننِ کلام کے طور پر ہے کہ انہوں نے حضرت اسامہ بن زید، حضرت عبداللہ بن سلام، حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہم کے تذکرہ میں بھی یہی انداز اختیار کیا ہے، پھر ''ذکر'' ہی کے عنوان پر ان کے عظیم الشان فضائل لائے ہیں۔''

کسی بھی صحابیؓ کے نام کے ساتھ فضیلت کا وارد نہ ہونا اور بات ہے، جبکہ اس چیز کو بنیاد بنا کر کسی صحابیؓ کو موضعِ طعن بنانا اور اس سے ان کی شخصیت پر جرح وقدح کرنا اور بات ہے، کیونکہ جماعتِ صحابہ کرامؓ میں بے شمار صحابہؓ ایسے ہیں کہ خاص ان کے بارے میں کوئی خاص فضیلت وارد نہیں ہوئی، مگر کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کی فی الجملہ فضیلت کا بھی انکار کر دیا جائے؟ اور ان کے خلاف طعن وتشنیع اور تنقید کا بازار گرم کر دیا جائے؟ ظاہر ہے کہ اہل انصاف کو یہ بات زیب نہیں دیتی۔

علّامہ پڑہارویؒ فضیلتِ سیدنا معاویہؓ میں احادیث لانے سے پہلے بطور تمہید فرماتے ہیں:

”اعلم أن صحابته الكرام مائة ألف و أربعة عشر ألفا كالأنبياء، و من ورد فيه أحاديث الفضائل أشخاص معدودة، و كفى بالصحبة فضلا للباقي، لترتب الفضائل العظيمة عليها مما نطق به الكتاب و السنة۔ فإن فقدت أحاديث الفضائل لبعضهم أو قلّت فلا إحجاف به۔“ (الناهية عن طعن أمير المؤمنين معاوية رضی اللہ عنہ، ص:۳۸)

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح ایک لاکھ چودہ ہزار تھے (تقریباً)، اور جن کے فضائل ومناقب میں احادیث وارد ہوئی ہیں، وہ گنتی کے حضرات ہیں، باقی حضرات کی فضیلت کے لیے صحبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کافی ہے، کیونکہ صحابیت کے بڑے فضائل ومحامد ہیں، جن پر قرآن وسنت ناطق اور گواہ ہیں، لہٰذا اگر کسی صحابیؓ کی فضیلت میں احادیث نہ ہوں یا کم ہوں تو کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔“ مزید فرماتے ہیں:

”وأقول قد صرح علماء الحديث بأن معاوية رضي الله عنه من كبار الصحابة رضی اللہ عنہ و نجبائهم و مجتهديهم و لو سلّم أنه من صغارهم فلاشک في أنهٗ دخل في عموم الأحاديث الصحيحة الواردة في تشريف الصحابة رضي الله عنهم، بل قد ورد فيه بخصوصهٖ أحاديث لقوله عليه الصلاة و السلام: ”اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا وَاهْدِ بِهٖ“ رواه الترمذي و قوله عليه الصلاة و السلام اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْحِسَابَ وَ الْكِتَابَ وَ قِهِ الْعَذَابَ۔ رواه أحمد و ما قيل: من أنه لم يثبت في فضلهٖ حديث فمحل نظر۔“ (النبراس، ص ۳۳۰، امدادیه، ملتان)

ترجمہ: ”محدثین نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کبار، معزز اور مجتہد صحابہ کرامؓ میں سے ہیں اور اگر یہ بھی تسلیم کرلیا جائے کہ وہ صغار صحابہؓ میں سے ہیں تو اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ وہ فضیلتِ صحابہؓ میں وارد صحیح احادیث کے عموم میں داخل اور شامل ہیں، بلکہ خاص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بھی احادیث موجود ہیں ۔۔۔۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت نہیں ہے، یہ بات محلِ نظر ہے۔“

احادیثِ بالا وعباراتِ مذکورہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خصوصی فضیلت

بھی قابل اعتبار احادیث سے ثابت ہے

ثانیاً: اگر یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے، بلکہ احادیثِ ضعیفہ ہیں تو محدثین کے ہاں یہ مسلّم ضابطہ ہے کہ حدیث ضعیف اگر کئی طرق سے مروی ہو تو وہ درجۂ ضعف سے نکل کر درجۂ حسن کو پہنچ جاتی ہے۔ نیز فضائل ومناقب کے باب میں ضعیف حدیث بھی قابل قبول ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ومنقبت اور اعزاز کے لیے یہ بات ناکافی ہے کہ وہ صحابیِ رسول ہیں؟ صرف صحابی رسول ہی نہیں بلکہ وہ مجتہد بھی ہیں۔

اس بات کا اندازہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے بخوبی کیا جاسکتا ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے تعدادِ وتر کے مسئلہ میں سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے اور موقف رکھا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد حضرت ابن عباسؓ جو خود اونچے درجے کے صحابی، مفسر اور عالم تھے، انہوں نے فرمایا کہ: ان کے بارے میں کچھ مت کہو، کیونکہ بلاشبہ و بالتحقیق وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انہوں نے درست کہا، لاریب وہ فقیہ مجتہد ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

”عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ، قَالَ: اَوْتَرَ مُعَاوِيَةُ بَعْدَ الْعِشَاءِ بِرَكْعَةٍ، وَعِنْدَهُ مَوْلًى لِابْنِ عَبَّاسٍ، فَأَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: دَعْهُ فَإِنَّهُ قَدْ صَحِبَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔“ (صحيح البخاری، كتاب المناقب، باب ذكر معاوية رضی اللہ عنہ، رقم: ۳۷۶۴)

”ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد ایک رکعت وتر پڑھی، وہاں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام بھی موجود تھے، انہوں نے آکر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بتلایا تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ: انہیں کچھ مت کہو، بلاشبہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ ہیں۔“

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیت اتنا عظیم شرف ہے کہ ان کے بارے میں رائے زنی کی مجال نہیں، چنانچہ علامہ عینیؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

”(دعه) ، أي: اترک القول فيه والإنكار عليه، فإنهٗ صحب رسول الله صلى الله عليه وسلم وإنهٗ عارف بالفقه۔“ (عمدة القاری، ج: ۱۶، ص: ۲۴۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

ترجمہ: ”ان پر رائے زنی اور اعتراض نہ کرو کہ وہ صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور فقہ واجتہاد کے عالم ہیں۔“

”عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ، قِيْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ: ”هَلْ لَكَ فِيْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ مُعَاوِيَةَ، فَإِنَّهٗ مَا اَوْتَرَ إِلَّا بِوَاحِدَةٍ؟ قَالَ: اَصَابَ، إِنَّهٗ فَقِيْهٌ۔“ (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب ذکر معاویةؓ، رقم: ۳۷۶۵)

”ابن ابی ملیکہ سے ہی مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا گیا کہ آپ امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ فرمائیں گے کہ انہوں نے وتر ایک رکعت ہی پڑھی ہے؟ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ: انہوں نے درست کیا ہے، بے شک وہ فقیہ ہیں۔“

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت معاویہؓ پر فقہی نقد سے بھی منع فرمارہے ہیں، باوجودیکہ حضرت معاویہؓ کا یہ عمل باقی صحابہ کرامؓ کے عمل سے مختلف تھا، جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے اس کی تصریح کی ہے:

”(فأتى ابن عباس فأخبرهٗ، فقال: دعه) ، أى اتركه ولا تعترض عليه بالإنكار (فإنهٗ قد صحب النبي صلى الله عليه وسلم) قال الطيبي، أي فلا يفعل إلا ما رآه، يعنى: ولعلهٗ رأى ما لم يره غيرهٗ وأصحابهٗ كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم، وهم عدول ولا يفعلون شيئا من تلقاء أنفسهم، لكن الحديث صريح في كون معاوية شاذا منفردا عن سائر الصحابةؓ۔“ (مرقاة المفاتیح، ج: ۳، ص: ۹۵۴، رقم: ۱۲۷۷)

”حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے غلام نے آکر جب انہیں یہ بتلایا (کہ حضرت معاویہؓ نے ایک رکعت وتر ادا فرمائی ہے) تو حضرت ابن عباسؓ نے ارشاد فرمایا کہ: انہیں کچھ مت کہو، یعنی انہیں چھوڑ دو اور ان پر اعتراض نہ کرو، کیونکہ انہیں شرفِ صحابیت حاصل ہے۔ علّامہ طیبیؒ (شارحِ مشکاۃ) فرماتے ہیں کہ: (مطلب یہ تھا کہ وہ صحابیؓ ہیں) لہٰذا وہی کریں گے جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھا ہے،

اس لیے ممکن ہے کہ انہوں نے کچھ ایسا دیکھا ہو جو کسی اور نے نہ دیکھا ہو اور اصحابِ رسولؐ ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے جس کا بھی اتباع کرو گے راہ یاب ہوں گے، نیز وہ عادل ہیں، کچھ بھی اپنی طرف سے نہیں کرتے، لیکن یہ حدیث اس بات میں صریح ہے کہ حضرت معاویہؓ اپنے اس عمل میں باقی تمام صحابہ کرامؓ سے منفرد تھے۔''

اس حدیث مبارک سے تین امور مستفاد ہوئے: 1- حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلتِ صحبت، 2- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مجتہد ہونا۔ 3۔ اس فضیلتِ صحابیت کی وجہ سے ان پر طعن و تشنیع سے اجتناب کرنا۔

اقوالِ سلف صالحین سے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت و مقام آفتابِ نیم روز کی طرح روشن اور عیاں ہے۔ مشہور مؤرخِ اسلام علّامہ ابنِ کثیرؒ نے لکھا ہے کہ محدثِ کبیر حضرت امام عبداللہ بن مبارکؒ سے پوچھا گیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ؟ تو انہوں نے فرمایا: کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت و رفاقت میں جہاد کرتے ہوئے جو مٹی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے ناک میں گئی، اس مٹی کے ذرے بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے افضل ہیں۔ (البدایہ والنہایہ، جلد: ۸، صفحہ: ۱۳۹)

نیز یہ بھی آپ کی عظمت و شرافت کی دلیل ہے کہ آپؓ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت و رشتہ داری بھی حاصل ہے، آپ کی ہمشیرہ ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرمِ وزوجیت میں تھیں، یوں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برادرِ نسبتی ٹھہرے، اور ایمان و عمل کے ساتھ قرابتِ رسول بھی بہت بڑا شرف ہے۔

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم نے روافض کی طرف سے ایسے اعتراضات کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے:

''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا سیاسی موقف چونکہ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف اور جمہور اہل السنۃ کے نزدیک حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، اس لیے ان کے مخالفین بالخصوص روافض کو ان کے خلاف پروپیگنڈے کا موقع مل گیا، اور ان کے خلاف الزامات و اتہامات کا طومار لگا دیا گیا جس میں ان کے فضائل و مناقب چھپ کر رہ گئے، ورنہ وہ ایک جلیل القدر صحابیؓ، کاتبِ وحی اور ایسے اوصافِ حمیدہ کے مالک تھے کہ آج ان کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔'' (جہانِ دیدہ، ص: ۳۰۳)

خلاصہ

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فضائل ومناقب کے بیان سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ہم روافض کے مقابل ان کے ردعمل میں ناصبیت کی طرف ڈھلک رہے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ ہم اس حوالے سے اہل سنت کے مسلک اعتدال پر کاربند ہے۔ اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیدنا امیر معاویہ کا مرتبہ کم ہے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابقون الاولون میں سے ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ پر صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ جیسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرات شیخین پر فضیلت یا ترجیح دینا بدعت اور گمراہی ہے، ایسے ہی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت علی کے مقابلے پر لانا یا ترجیح دینا اس سے بھی بڑی بدعت اور پرلے درجے کی گمراہی ہے۔ اور مشاجرات کے مسئلے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر تھے اور سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجتہاد پر تھے، ۔ چونکہ یہ خروج اجتہاد سے ہوا ہے اور حضرت معاویہ مجتہد تھے، اس لیے وہ اپنے اس فیصلے پر معذور اور مغفور ہیں۔ ان پر سب وشتم کرنا یا ان کی توہین وتنقیص کرنا جائز نہیں، نہ یہ اہل سنت کا شعار ہے۔

***

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اچانک گھر تشریف نہ لاتے بلکہ پہلے سے اطلاع فرماتے، گھر داخل ہوکر سلام فرماتے، گھریلو کاموں میں حصہ لیتے حتی کہ معمولی کام صفائی، دودھ نکالنا، جوتا سینا وغیر

خلیفہ بلافصل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سیرت کے درخشاں پہلو

انتخاب حافظ فہد اعوان

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا تعارف

انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد انسانوں میں سب سے افضل شخصیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں، جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا خلیل بنانا چاہتے تھے، جن کو قرآن کریم میں اللہ نے سچائی کی تائید کرنے والا اور حق و سچ کا پیکر و پرتو قرار دیا، جنہوں نے زمانۂ جاہلیت میں بھی شراب و جوا اور ہمہ جہتی منکرات سے اجتناب کیا، جن کے بارے میں خلیفۂ عادل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: میں ان کے مقام و مرتبہ تک کبھی نہیں پہنچ سکتا، وہ جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی امامت تفویض کی، جنہیں جنت کے سبھی دروازے سے داخل ہونے کی دعوت دیں گے، وہ جس نے اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر اس قدر احسان کیے کہ خود رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرمانا پڑا کہ: ان کے احسانات کا بدلہ خود اللہ تعالیٰ چکائیں گے، وہ جو صرف عشرہ مبشرہ میں ہی شامل نہیں، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تم میرے حوضِ کوثر پر بھی رفیق ہوگے جیسے سفرِ ہجرت میں میرے ساتھ تھے، وحی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھبراہٹ کو زائل کرنے کے لیے اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات بیان کی تھیں کہ: ''اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی نقصان نہیں پہنچنے دے گا، کیونکہ آپ ناداروں کی مدد کرتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، حق بات پر لوگوں کا ساتھ دیتے ہیں، صلہ رحمی کو اختیار کرتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں۔'' بعینہٖ انہی صفات سے ابن دغنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو متصف کرکے فرمایا کہ: ''مکہ والوں کی اذیت سے ہجرت نہ کریں، میں آپ کو امان دیتا ہوں۔''

نام ولقب

خلیفہ بلافصل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، آپؓ کا نام عبداللہ بن عثمان بن عمر بن عمر القرشی التیمی تھا اور آپ کی کنیت ابوبکر تھی۔ آپؓ ابوقحافہ کے گھر میں عام الفیل کے دوسال چھ ماہ بعد ۵۷۳ء کو پیدا ہوئے۔ آپؓ کے لقب صدیق اور عتیق قرار پائے۔ آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہرلمحہ اور ہر گھڑی تائید ونصرت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت اور سفرِ معراج پر سب سے پہلے تصدیق وگواہی آپؓ نے دی، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق وسچ کی تائید کرنے کا لقب (صدیق) عنایت کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خوبصورت چہرے والے اور کشادہ پیشانی کے حامل تھے۔ ایک روایت کے مطابق آپؓ کی والدہ کی اولاد زندہ نہ رہتی تھی تو انہوں نے اللہ سے دعا مانگی کہ اس بچہ کو زندگی دراز ملے، ان وجوہات کی وجہ سے لقب عتیق پڑ گیا۔ آپ وہؓ واحد صحابی ہیں مہاجرین میں سے جن کے والدین نے اسلام قبول کیا اور جن کی چار نسلوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہی نہیں کی، بلکہ سبھی حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

قبولِ اسلام

یہ وہ موقع ہے کہ جب اسلام کی صدائے حق کو قبول کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینا اپنے آپ کو مشکلات میں ڈالنے کے مترادف تھا، کیونکہ اعلانِ نبوت کے بعد مشرکینِ مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھرپور مخالف ہو چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائے حق وصداقت اس حد تک ناقابلِ برداشت ہو چکی تھی کہ مشرکینِ مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے درپے ہو چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت کے بعد تجارتی سفر سے واپسی پر جونہی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ آپ کے قریبی ساتھی و دوست محمد بن عبداللہ نے اعلانِ نبوت کیا ہے تو آپؓ فوراً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کہ کیا آپ نے اعلانِ نبوت کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اثبات میں جواب ملتے ہی آپؓ بغیر کوئی دلیل مانگے مشرف باسلام ہو گئے۔ ایسے موقع پر اسلام کی قبولیت جبکہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا و مکہ کے سردار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہو چکے تھے، آپ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، بچوں میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی بھی جوان و بڑی عمر کے آزاد فرد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول نہیں کیا تھا، گویا آپؓ نے اسلام قبول کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آنے والی ہر آزمائش کے لیے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔

پیغمبرِ اسلام پر فدائیت

اسی زمانے کا مشہور واقعہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں تشریف لا کر کفار کو دینِ متین کی دعوت دینے لگے تو کفار نے جواباً گردن مبارک میں کپڑا ڈال کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تشدد کرنا شروع کر دیا، اسی دوران آپؓ کو معلوم ہوا تو آپؓ آئے اور کفار سے مخاطب ہو کر گویا ہوئے کہ کیا تم ایسے فرد پر ظلم وستم ڈھا رہے ہو جو تمہیں اللہ کے علاوہ باقی معبودوں کی عبادت کرنے سے منع کرتا ہے اور صرف ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلاتا ہے؟! یہ کہنا تھا کہ کفارِ مکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر آپؓ پر حملہ آور ہو گئے۔ کفار نے آپؓ کو اتنا مارا کہ آپؓ بے ہوش ہو گئے۔ آپؓ کو اس حالت میں گھر لایا گیا۔ گھر پہنچ کر جب آپؓ کو ہوش آیا تو سب سے پہلا سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت دریافت کرنے سے متعلق تھا۔ والدہ دودھ کا پیالہ لے کر سرہانے کھڑی تھیں کہ آپؓ دودھ نوش فرمائیں، مگر آپؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق بارہا استفسار کیا تو والدہ نے امِ جمیل کو طلب کیا، باوجود ام جمیل کی جانب سے مطلع کرنے کے کہ آپ بخیر و عافیت ہیں، آپؓ کی تسلی نہ ہوئی تو اسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں پہنچ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے حوصلہ ملنے پر آپ جیسی اولوالعزم شخصیت نے اپنے دکھ درد و تکلیف کو بھلا کر اسلام اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بھرپور وابستگی کا اظہار کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ دعا کریں میری والدہ اسلام قبول کر لے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مطالبہ پر ہاتھ اُٹھا کر اپنے رب کے حضور دعا مانگی جس کے نتیجہ میں آپ کی والدہ محترمہ مشرف باسلام ہوئیں۔

شانِ صدیقؓ بزبانِ قرآن

قرآن میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ سورۂ آل عمران، سورۃ اللیل، سورۃ التوبہ، سورۃ الزمر اور سورۃ الفتح میں ہوا ہے، جن میں آپؓ کے مناقب بیان ہوئے ہیں کہ سفرِ ہجرت کے موقع پر آپؓ

دشمنوں کے غارِ ثور کے دہانے پر پہنچنے کی وجہ سے حزین وغمگین ہوئے اور کہنے لگے کہ: اگر دشمن نے ہمارے قدموں کو دیکھ لیا تو پہچان لیں گے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے؟! امتیازی بات یہ ہے کہ مفسرین نے لکھا ہے کہ ''لَاتَحْزَنْ إِنَّ اللهَ مَعَنَا'' کا ارشاد ہوا، مطلب یہ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنا خوف اور اپنی فکر نہیں تھی، بلکہ پریشان تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق تھے کہ کہیں دشمن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان نہ پہنچا دے۔ اسی طرح کفار کی جانب سے اللہ تعالیٰ کا تمسخر اُڑایا گیا تو اس معاملہ کا تصفیہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں آیت کریمہ نازل کر کے کیا۔ آپؓ کی جانب سے راہِ خدا میں صدقہ وخیرات کی گواہی سورۃ اللیل میں دی گئی۔ سورۃ الزمر میں آپؓ کے پیکرِ صداقت ہونے کو بیان کیا گیا۔ سورۃ الفتح میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت وصحبت کا تذکرہ ہوا۔

مقامِ صدیقؓ بزبانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے مردوں میں سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قبولِ اسلام سے تادمِ زیست خود کو اور اپنے اہل خانہ کو اسلام کی خدمت کے لیے وقف کر دیا، جس کا نتیجہ ہے کہ قرآن کریم میں جہاں عظمتِ صدیقی کے تذکرے ملتے ہیں، وہیں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں آپ کے فضائل ومناقب بیان ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اُحد پہاڑ پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ موجود تھے، پہاڑ لرزنے لگا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تھم جا! تجھ پر نبی وصدیق اور دو شہید موجود ہیں۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقامِ امتیازی کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: ''صدیقؓ سے محبت مومن کرے گا جبکہ نفرت منافق رکھے گا۔'' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ: ''میں نے دنیا میں تمام محسنوں کے احسانات کا بدلہ اُتار دیا، جبکہ صدیقِ اکبرؓ کے احسانات کا بدلہ اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے۔'' رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ: ''ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ جنت کے تمام بڑی عمر کے لوگوں کے سردار ہوں گے ماسوائے انبیاء کے۔'' احادیث میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ: ''آپؓ کی موجودگی میں کسی بھی شخص کے لیے روا نہیں کہ وہ مصلائے امامت پر کھڑا ہو۔'' نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات میں ۱۷ نمازوں کی امامت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بار ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ

رضی اللہ عنہا نے استفسار کیا کہ آسمان کے ستاروں کے بقدر کسی کی نیکیاں ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ہاں! سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی۔ ام المومنینؓ خاموش ہوگئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ آپ کے سوال کا کیا مطلب تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میرا یہ خیال تھا کہ اس قدر نیکیاں میرے والد ماجد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہوں گی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''غمگین کیوں ہوتی ہو؟ اتنی نیکیاں آپ کے والد ماجد کی تو صرف سفرِ ہجرت کی تین راتوں کی ہیں۔''

روشن خدمات

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کے بعد کے حالات کا اگر جائزہ لیا جائے تو غیرت و حمیت اور شجاعت جیسے عالی اوصاف سے آپؓ کا دامن بھرا ہوا نظر آتا ہے۔ آپؓ نے مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور آپؓ کی دعوت پر حضرت عثمانؓ، حضرت ابوعبیدہؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ جیسے جلیل القدر صحابہؓ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ آپؓ نے قبولِ اسلام کے بعد جان و مال سب کچھ اسلام پر قربان کر دیا۔ دشمنانِ اسلام کے چنگل میں پھنسے مظلوم مسلمان مؤذنِ رسولؐ بلال بن ابی رباح رضی اللہ عنہ، زنیرہؓ، عامر بن فہیرہؓ، ام عبیسؓ وغیرہ مسلم غلاموں کو مشرکین کی قید سے نجات دلانے کے لیے فدیہ ادا کیا۔ آپؓ نے اپنے سارے گھرانے کو خدمتِ اسلام اور پیغمبرِ اسلام کے لیے وقف کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں اپنی لختِ جگر اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی سورۂ نور کی ۱۸ آیات میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی لختِ جگر کی فضیلت کو بیان کیا۔ سفرِ ہجرت میں آپؓ نے دل جمعی کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت کی۔ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشاعتِ اسلام کی خاطر مسلمانوں سے صدقہ دینے کی التجا کی تو آپؓ نے سب سے زیادہ مال پیش کیا۔

ہجرتِ مدینہ میں ایثارِ صدیقی

جب کفارِ مکہ کی جانب سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو ظلم و ستم کا مسلسل نشانہ بنایا جانے لگا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم ہوا۔ اس عالَم میں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ کو ہجرت کر چکے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا کہ میں بھی مدینہ روانہ ہو جاؤں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کر دیا، تو آپؓ نے جاننے

کی کوشش کی کہ کیا مجھے آپ کی معیت کا شرف حاصل ہوگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اثبات میں جواب دیا۔ جب خالقِ ارض وسماء نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم دیا تو ایک جانب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کا ارادہ باندھا تو دوسری جانب کفارِ مکہ دارالندوۃ میں جمع ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) شہید کرنے کا منصوبہ بنانے لگے، اسی بنا پر مشرکین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کرلیا۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے لوگوں کی سب امانتیں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کیں اور کفار کا محاصرہ توڑ کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اور اپنے ہمراہ سفرِ ہجرت پر چلنے کو کہا۔ باوجود تمام حالات کا علم ہونے کے آپ تو پہلے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلنے کے لیے بے تاب تھے۔ ایسے موقع پر جب کسی کام کے کرنے پر موت سامنے نظر آرہی ہو تو وہ کام کر گزرنا محض فطری شجاعت و بہادری اور تائیدِ ایزدی کے بغیر ممکن نہیں ہوتا۔ اس پرخطر موقع پر آپؓ نے نا صرف اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفرِ ہجرت کیا، بلکہ اپنے پورے خاندان کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت پر مامور کرکے آپؓ نے بھرپور جرأت کا مظاہرہ کیا۔ ایسا بھی نہیں کہ یہ سفر پرامن گزر گیا ہو، بلکہ کفارِ مکہ نے برابر آپ ﷺ کا تعاقب جاری رکھا۔ سفر کے دوران نبی اکرم ﷺ نے جب غارِ ثور میں قیام فرمایا تو دشمن تعاقب کرتے ہوئے غار کے دہانے تک پہنچ گیا۔ اس وقت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی جان کی پرواہ نہیں کی، بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچنے کے ڈر سے اپنی پریشانی کا اظہار کیا، جس پر بذریعہ وحی آپؓ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلّی دی اور فرمایا: ''لَاتَحْزَنْ إِنَّ اللهَ مَعَنَا'' یعنی ''تو میرے بارے میں غم نہ کر، بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔'' ہجرت کے اس پرخطر سفر میں بے باکی کے ساتھ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرنا اس بے مثال فطری شجاعت کا عملی مظاہرہ ہے جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات میں اللہ پاک نے ودیعت کر رکھی تھی۔ غارِ ثور کی چڑھائی چڑھتے وقت آپؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھوں پر اُٹھایا، غار کی صفائی کے دوران خطرناک سانپ نے آپؓ کی ایڑی پر ڈسا تو آپؓ کو یہ بھی شرف ملا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعابِ دہن ان کی ایڑی پر لگایا۔ سفرِ ہجرت میں دشمن کے حملہ کے خوف سے دورانِ سفر آپ ﷺ کی چہار جانب سے حفاظت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور استقامتِ صدیقی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس قدر رنجیدہ ہوئے کہ

اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھے، یہاں تک کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے مضبوط قوت وجسم کے مالک اور بہادر بھی اس اعلان سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ہاتھ میں بے نیام تلوار لے کر یہ کہنے لگے کہ جس شخص کو میں نے یہ کہتے ہوئے سن لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں تو میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔ اس موقع پر بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی فطری بصیرت اور اصابتِ رائے کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا: ''لوگو! سنو! جو لوگ تم میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کیا کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں اور جو لوگ اللہ پاک کی عبادت کرتے تھے تو یاد رکھو! اللہ زندہ ہے اور اللہ کی ذات کو کبھی موت نہیں آئے گی۔'' اس کے بعد قرآن پاک کی آیات تلاوت فرما کر اپنی بات کو مزید مؤثر کر دیا۔ یہ خطبہ اور اس میں تلاوت کی گئی آیات سنتے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اتنا حوصلہ ملا کہ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم فرمانے لگے: ''یوں معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک کی یہ آیت ابھی نازل ہو رہی ہے۔'' نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے اتنے جان لیوا حادثے کے بعد بھی اتنے بلند حوصلے اور عزائم کا اعادہ کوئی حلیم طبع اور صابر انسان ہی کر سکتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمت کی قیادت سنبھالنے کا حق دار ہے۔

سخاوت وعجزِ صدیقی

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا تن من دھن اسلام پر قربان کر دیا، یہاں تک غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مسلمانوں سے چندہ طلب کیا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے گھر کا سارا سامان پیش کر دیا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ طرزِ عمل بعد از خلافت بھی جاری وساری رہا ہے کہ وہ اپنے ذاتی اخراجاتِ روزگانہ کی خاطر سامانِ تجارت لے کر بازار جانے لگے تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ: آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: سامان بیچنے کے لیے، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر آپؓ تجارت کریں گے تو امورِ خلافت کون نبھائے گا؟ تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ: کیا میں اہلِ خانہ کے نان ونفقہ کا انتظام نہ کروں؟ اس پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: آپ مسلمانوں کے بیت المال سے وظیفہ حاصل کر لیں۔ اس پر آپؓ نے رضامندی اس شرط پر ظاہر کی کہ خلیفہ ہونے کے باوجود ایک عام فرد کے برابر وظیفہ مقرر ہوگا۔ خلافت کا منصب سنبھالنے کے بعد آپؓ نے خطبہ میں ارشاد فرما دیا تھا کہ: ''تم میں سے کمزور میرے لیے طاقتور ہے اور طاقتور کمزور ہے کہ

اگر کوئی ظلماً کسی کا حق غصب کرے گا تو میں ضرور بالضرور وہ حاصل کر کے مظلوم کی نصرت کروں گا۔ اور جب تک میں قرآن وسنت کے مطابق حکومت کروں تم پر میری اطاعت لازم ہے، اگر میں شریعت سے انحراف برتوں تو تم پر واجب نہیں کہ میری اطاعت کرو۔''

تعمیلِ حکمِ نبوی

آپؓ کی حیات میں رومیوں نے جب دھوکہ دہی سے مسلمانوں کے خلاف صف آرائی کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھاری بھر کم لشکر لے کر وہاں پہنچے، رومی پسپا ہو گئے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کے بعد قبائلِ عرب کو ساتھ ملا کر رومی پھر صف آرا ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر بھیجا جس میں حضرت زید بن حارثہؓ اور حضرت جعفر طیارؓ سمیت متعدد جلیل القدر صحابہؓ جامِ شہادت نوش کر گئے۔ اس جنگ کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کا ایک عظیم لشکر تشکیل دیا، جس میں سیدنا صدیق اکبرؓ اور سیدنا عمر فاروقؓ جیسے جلیل القدر اور عظیم المرتبت صحابہؓ بھی موجود تھے، اس لشکر کی قیادت حضرت زیدؓ کے نوخیز بیٹے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو عنایت کی۔ ''جیشِ اسامہؓ'' کی روانگی سے پیشتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے پردہ فرما گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ و تدفین اور سقیفہ بن ساعدہ میں مسئلہ خلافت میں صحابہ کرامؓ کی مصروفیت کے بعد جب اتفاقِ رائے سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے تو آپؓ نے فوراً لشکر اسامہؓ کو روانگی کا حکم دیا، بڑے بڑے عظیم المرتبت صحابہ کرامؓ کی جانب سے یہ مشورہ دیا جاتا رہا کہ آپ ابھی اس لشکر کو روانہ نہ کریں، کیوں کہ مدینہ کے اطراف سے بغاوت اور یورش کا خطرہ ہے، مگر آپؓ نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کیے گئے فیصلہ سے کسی طرح رجوع نہیں کیا جا سکتا۔ ''جیشِ اسامہؓ'' جب کامرانی و کامیابی اور مالِ غنیمت کے ہمراہ واپس آیا تو پورے عرب پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی۔

فتنۂ ارتداد و منکرینِ زکوٰۃ کی سرکوبی

وفاتِ نبوی کے بعد جب آپؓ کو خلیفہ منتخب کر لیا گیا تو بہت سے خطرناک فتنوں نے مسلمانوں کو گھیر لیا۔ کہیں فتنۂ ارتداد پیدا ہو گیا تو کہیں منکرینِ زکوٰۃ نے اسلام کے بنیادی فریضے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا۔ اسی طرح جھوٹے مدعیانِ نبوت (مسیلمہ، طلیحہ اسدی اور سجاح) کی قوت بھی مضبوط ہونے لگی۔

اس پر بھی معاملہ ختم نہیں ہوا، بلکہ مرتدین، منکرینِ زکوٰۃ اور مدعیانِ نبوت جیسے داخلی فتنوں کی یکساں سرکوبی کے لیے آپؓ نے گیارہ لشکر تشکیل دیئے۔ اس موقع پر صحابہؓ نے نرمی کی درخواست کی تو آپؓ نے یہ سن کر ایک تاریخی جملہ ارشاد فرمایا کہ: ''أَيَنْقُصُ الدِّيْنُ وَأَنَا حَيٌّ؟'' یعنی دین میں کمی آجائے اور میں زندہ رہوں، پھر فرمایا کہ: اگر میرے ساتھ کوئی تعاون کرنا چاہے تو خوب اور اگر آپؓ سب میرا ساتھ چھوڑ دیں تو بھی میں تنِ تنہا اسلام کے ان دشمنوں کا مقابلہ کروں گا۔ سنو! مجھے یہ بات منظور ہے کہ اس مقابلہ میں دشمن مجھے مار ڈالیں اور میرے لاشے کو پرندے نوچ نوچ کر کھا جائیں، لیکن یہ بات منظور نہیں کہ اسلام کو ذرہ برابر بھی نقصان پہنچے۔ اس پامردی و استقامتِ فیصلہ کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں کے تمام فوجی لشکر بشمول ''جیشِ اسامہؓ'' منکرینِ زکوٰۃ و مدعیانِ نبوت اور دشمنانِ اسلام کی نا صرف سرکوبی کرنے میں کامیاب ہوئے، بلکہ بڑی تعداد میں غنائم اور اسلحہ جمع کرنے میں بھی کامیاب ہوئے اور اسی کا ثمرہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہی فتح فارس و روم کی طرح پڑ گئی جس کی بشارت نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق کے موقع پر سنائی تھی۔

حفاظتِ قرآن کا اہتمام

نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے جوارِ رحمتِ باری میں منتقل ہوجانے کے بعد جو فتنے ظہور پذیر ہوئے، ان کی بیخ کنی کی خاطر آپؓ نے جو لشکر روانہ کیے، اس کے نتیجہ میں فتنوں کا خاتمہ تو ہو ہی گیا، تاہم مسلمانوں کو اس میں ہوشربا نقصان پہنچا، جس میں خاص طور پر صحابہ کرامؓ کی بڑی تعداد جو قرآن کے حافظ تھے، شہادت کے منصب پر فائز ہوئے تو آپؓ کو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ قرآن کریم کو فی الفور جمع کرنے کی ضرورت ہے، مبادا ایسا نہ ہو کہ قرآن کریم سے مسلمان محروم ہوجائیں، تو آپؓ نے فرمایا: جو کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا، وہ میں کیسے کروں؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: اس میں مسلمانوں کے لیے خیر و بھلائی ہے۔ بالآخر خلیفۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا شرح صدر ہوگیا اور امیر المؤمنینؓ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ صحابہ کرامؓ سے دو گواہوں کی موجودگی میں قرآن کریم کے جزء کو مکمل کرنے کا اہتمام کریں۔ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی اَنتھک محنت سے قرآن کریم کو یکجا جمع کرلیا گیا۔ یہ ایسا احسانِ عظیم ہے کہ دشمنانِ اسلام سر توڑ کوشش و جستجو کرنے کے باوجود چودہ سو سال بعد

بھی قرآن کریم سے ملتِ اسلامیہ کے اعتماد کو گزند پہنچانے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

وفات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دو برس چند ماہ منصبِ خلافت پر فائز رہنے کے بعد بیمار ہوئے اور پیر کے روز ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳ ہجری میں انتقال کر گئے اور اُمورِ خلافت چلانے کی خاطر جو راہنما اصول انہوں نے اختیار کر رکھے تھے، انہیں کی روشنی میں کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشاورت کے بعد آپؓ اپنے بعد خلافت کے لیے اپنا جانشین مرادِ پیغمبر اور خسرِ رسولؐ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نامزد کر گئے تھے۔

سیرتِ صدیقی پر عمل کی ضرورت

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی اور اپنے دورِ خلافت میں پرخطر حالات کے باوجود تنہا جس بے باکی، شجاعت و بہادری اور پختہ عزم کا مظاہرہ کیا' تاریخ میں اس کی مثال ڈھونڈنے پر بھی نہیں ملتی۔ یقیناً یہ جانشینِ رسولؐ کی فطری شجاعت تھی، جس کے نتیجے میں دینِ مصطفویؐ کو وہ عروج ملا جس کا اعلان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبانِ مبارک سے کر گئے تھے۔ آج جبکہ اُمتِ مسلمہ ہمہ جہتی سازشوں کا شکار ہو کر کفار کے سامنے مغلوبیت کی حالت میں ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ اُمتِ مسلمہ کے حکمران، علماء اور عوام ان سخت حالات کا مقابلہ سیرتِ صدیقیؓ کی روشنی میں اسی ایمانی بصیرت و شجاعت کے ساتھ کریں، جیسے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی مکمل زندگی میں بالعموم اور جیشِ اسامہؓ کی روانگی، منکرینِ زکوٰۃ و مدعیانِ نبوت کی سرکوبی جیسے اہم امور کو بالخصوص حرزِ جان بنایا اور تمام نام نہاد اسلام دشمن طاقتوں کو مغلوب کر کے محمدی پرچم کو سربلند کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سیرتِ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے سبق حاصل کرتے ہوئے مستقبل میں پرعزم ہو کر اسلام کی سربلندی کے لیے جدوجہد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

***

مسندِ تدریس کے تقاضے اور صفاتِ معلم

ام محمد صاحبہ

خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے (صحیح بخاری)

یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ اللہ رب العزت نے آپ کو اپنے کلام کی خدمت کے لیے منتخب فرمایا، پہلے قرآن سے آپ کے سینے کو منور کیا اور پھر اسی نور سے دوسرے سینوں کو روشن کرنے کے لیے آپ کو مسندِ تدریس عطا فرمائی۔ یہ وہ نعمت ہے جسے دنیا کی بڑی سے بڑی سلطنت بھی حاصل نہیں کر سکتی، سوائے اس کے جسے اللہ اپنے کلام کی خدمت کے لیے چن لے۔

لیکن جتنی بڑی مسند، اتنی ہی بڑی ذمہ داری۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔'' (سنن ابن ماجہ) گویا ایک معلم کی نسبت خود معلمِ انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ ایک اور حدیث میں معلم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اللہ، اس کے فرشتے، آسمان و زمین والے، یہاں تک کہ چیونٹی اپنے بل میں اور مچھلیاں بھی لوگوں کو بھلائی سکھانے والے کے لیے رحمت کی دعا کرتی ہیں۔ (ترمذی)

جب اللہ تعالیٰ کسی کو بلند مقام عطا فرماتے ہیں تو اس کے ساتھ ذمہ داری بھی بڑھ جاتی ہے۔ اس لیے مسندِ تدریس پر بیٹھنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس مقام کی قدر پہچانے اور اپنی ذمہ داری کو سمجھ کر ادا کرے۔

صفاتِ معلم

ایک معلم کے اندر قرآن سے محبت، قرآن کا علم، قرآن پر عمل اور قرآن کی دعوت کا جذبہ ہونا چاہیے۔ وہ خادمِ قرآن، مردم شناس، نرم خو، متحمل مزاج، مستقل مزاج، مدبر، متقی، پاک دامن، حسنِ اخلاق سے مزین، طالبِ صادق، وسیع الظرف اور اپنی کمیوں کو فراخ دلی سے تسلیم کرنے والا ہو۔ تنقید و تنقیص سے

بچے اور دن میں بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے محنت کرے اور رات کو اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑا کر ان کے لیے دعا کرے۔

امت کو صرف حافظِ قرآن نہیں، عاشقِ قرآن درکار ہیں۔ اگر معلم طالب علم کے دل میں قرآن کی محبت پیدا کردے تو وہ حافظ ہی نہیں، حاملِ قرآن اور عاملِ قرآن بھی بننے کی کوشش کرے گا۔

محبت تجھے خود ہی آدابِ محبت سکھا دے گی۔

حفظ کا معاملہ صرف زبان اور حافظے کا نہیں، سینے سے سینے تک نور کی منتقلی کا معاملہ ہے۔ یہ انتقال اسی وقت مؤثر ہوگا جب معلم کے دل کا آئینہ صاف ہو۔ استاد کے دل کی بے عملی، بداعمالی اور طالب علم سے انسیت کا فقدان اس نور کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے، جبکہ طالب علم کے دل پر گھریلو حالات، استاد کا خوف اور بدشوقی کی گرد جمی ہوتی ہے۔ ان گردوں کو صاف کرنے کی ذمہ داری سب سے بڑھ کر معلم ہی کی ہے۔

استاد کے عمل کا اثر

باوضو رہنے، باجماعت نماز کی پابندی، سنتوں اور مسنون دعاؤں کا اہتمام، تلاوتِ قرآن، ذکر و تسبیحات، تہجد اور تعلق مع اللہ کو مضبوط کرنا معلم کے دل کو نورانی بناتا ہے۔ اسی طرح طلبہ کے سامنے بڑوں، انتظامیہ، دوسرے اساتذہ یا والدین کے بارے میں نامناسب گفتگو سے بچنا، حسنِ اخلاق کا مظاہرہ کرنا اور نگاہوں کی حفاظت کرنا بھی تربیت کا حصہ ہے۔

غیبت، جھوٹ، تنہائی کے گناہوں، بڑے اساتذہ کی بے ادبی اور حکم عدولی سے بچنا اور موبائل کے بے جا استعمال سے اجتناب کرنا بھی ضروری ہے۔ طالب علم شعوری اور لاشعوری طور پر اپنے استاد کی نقل کرتا ہے؛ اس لیے استاد کا عمل خود ایک خاموش درس ہوتا ہے۔

طالب علم کے دل تک رسائی

بچے نازک پھول ہوتے ہیں۔ تعلیم شروع کرنے سے پہلے انہیں استاد سے مانوس کرنا، محبت اور خیر خواہی کا یقین دلانا اور ان کے حالات کو سمجھنا ضروری ہے۔ گھریلو پریشانی، والدین کی ناچاقی، غربت، بیماری یا عدم توجہی جیسی چیزیں بچے کے دل پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ ایک مشفق اور سمجھ دار استاد تحمل کے ساتھ بچے کے دل کا درد سن کر اس کی اصلاح اور تربیت کرسکتا ہے۔

کمزور طلبہ کی کامیابی استاد کے عزم اور محنت کی علامت ہے۔

بے جا سختی طالب علم کو سنوارنے کے بجائے مزید الجھا دیتی ہے۔ غلطی پر غصے کے بجائے حکمت، تدبر اور مستقل مزاجی سے سمجھانا چاہیے۔ سزا بھی ایسی ہو جس میں اصلاح کا پہلو غالب ہو، بچے کی تذلیل مقصود نہ ہو۔ حوصلہ افزائی، مناسب مقابلہ، انعام اور مثبت اندازِ تربیت طالب علم کو آگے بڑھنے میں مدد دیتے ہیں۔

تعلیم کے ساتھ تربیت بھی ضروری ہے۔ دن میں بچوں کے لیے محنت اور رات کو اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا بھی یہی معلم کی اصل ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی کوشش میں کمی نہ کرے اور نتیجہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔

غصے پر قابو

تدریس کے دوران استاد اور طالب علم کے درمیان اونچ نیچ ہونا فطری ہے، لیکن اسے کیسے سنبھالنا ہے، یہ استاد کی ذمہ داری ہے۔ غصہ انسانی فطرت ہے، مگر اس پر قابو پانا ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لَا تَغْضَب غصہ نہ کرو۔" (صحیح بخاری)

ایک اور حدیث میں فرمایا کہ طاقتور وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے، بلکہ اصل طاقتور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔ (مسند احمد)

غصے کی حالت میں أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ پڑھنا، وضو کرنا، خاموش ہو جانا اور حالت کے مطابق بیٹھ یا لیٹ جانا ان ہدایات میں شامل ہے جو نبی کریم ﷺ نے امت کو سکھائیں۔

طالب علم کی قدر

معلم کو ہمیشہ اپنے سامنے یہ حقیقت رکھنی چاہیے کہ طالب علم کی قدر و منزلت بہت بڑی ہے۔ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے واقعے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو بھی تعلیم فرمائی کہ ایک طالبِ حق کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ اسی طرح احادیث میں طالب علم کے لیے جنت کی راہ آسان ہونے، فرشتوں کے اپنے پر بچھانے اور زمین و آسمان کی مخلوق کے اس کے لیے دعا کرنے کا ذکر ملتا ہے۔

پس جو شخص قرآن کی مسند پر بیٹھا ہے، اسے اپنے منصب کی عظمت بھی سمجھنی چاہیے اور اس کی ذمہ داری بھی۔ قرآن پڑھانا صرف سبق مکمل کرا دینا نہیں؛ دلوں کو قرآن سے جوڑنا، بچوں کی تربیت کرنا اور اپنے عمل سے قرآن کی روشنی منتقل کرنا اصل کام ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کریم کی خدمت کے لیے قبول فرمائے، ہماری نیتوں کی اصلاح فرمائے، ہمیں اپنی ذمہ داری صحیح طور پر ادا کرنے کی توفیق دے اور ہمارے ذریعے قرآن کا نور اگلی نسلوں کے دلوں تک پہنچائے۔ آمین۔

***

وفیات:

گزشتہ دنوں جامعہ دارالتقویٰ سے وابستہ اساتذۂ کرام اور ذمہ داران کے اہلِ خانہ میں چند افراد کے انتقال کی افسوس ناک اطلاعات موصول ہوئیں۔

17 ستمبر کو جامعہ دارالتقویٰ کی سمن آباد شاخ کے ناظمِ تعلیم، مولانا عبدالوحید صاحب کے والدِ محترم کا انتقال ہوا۔ 23 ستمبر کو شعبۂ تخصص فی الحدیث کے استاد، مولانا احسن عبدالشکور صاحب کے تایا جان وفات پا گئے۔ 3 اکتوبر کو رکن شوریٰ حضرت مولانا عامر رشید صاحب دامت برکاتہم کے برادرِ نسبتی کا انتقال ہوا، جبکہ 13 اکتوبر کو جامعہ دارالتقویٰ کے شعبۂ بنین کے استادِ محترم اور جامع مسجد الہلال کے امام، مفتی نجم محمود صاحب کے سسر کا انتقال ہو گیا۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت تمام مرحومین کی کامل مغفرت فرمائے، ان کی قبروں کو نور سے منور فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ جامعہ دارالتقویٰ کی انتظامیہ اور مجلسِ شوریٰ کے حضرات تمام سوگوار خاندانوں سے دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس صدمے کے صبر پر اجرِ عظیم دے۔

تخصصات....معیار یا محض القاب؟

محمد احمد سومرو شعبہ تخصص فی علوم الحدیث

دینی مدارس میں » درسِ نظامی « کے آٹھ نو سالہ طویل تعلیمی کورس کی تکمیل کے بعد بعض مدارس میں مختلف علوم وفنون میں تخصصات کروائے جاتے ہیں جس سے طالب علم کے مطلوبہ فن میں پختگی اور خود اعتمادی پیدا ہو جاتی ہے، اور مستقبل میں اچھے مدرّس اور مربّی بننے کی خاصی صلاحیت نمایاں ہو جاتی ہے۔ تخصص دراصل » کسی چیز کے لیے مخصوص ہو جانے اور اس میں مہارت حاصل کرنے « کو کہتے ہیں (خَصَصَ: لسان العرب)۔اس کی معاصر صورت جامعات اور یونیورسٹیز میں Phil.M اور P.H.D کی صورت میں معروف ہے۔

قرون اولی اور تخصص

اگر اس کی تاریخی حیثیت کی بات کریں تو یہ تصور قرن اول اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ملتا ہے، جس کا قرآن پاک نے خوبصورت انداز میں نقشہ کھینچتا ہے:

﴿وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾ [آل عمران:۷].

اس آیت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے استاد محترم حضرت مولانا احسن احمد عبدالشکور صاحب دامت برکاتہم اپنے رسالہ » تخصص فی علوم الحدیث « میں رقم طراز ہیں کہ: » اللہ تعالی نے جو کتاب نازل کی ہے، اس میں محکمات اور متشابہات ہیں، عام آدمی دین کی باتیں سمجھنے کے لیے علماء کی پیروی کرتے ہیں، اہلِ زیغ متشابہات کے درپے رہتے ہیں، حالانکہ متشابہات کا علم صرف اللہ کے پاس ہے۔ راسخین فی العلم ان پر ایمان رکھتے ہیں، اور بطور خاص جو اہل علم ودانش ہیں، وہی ان مقامات اور آیات قرآنیہ سے فائدہ اٹھاتے

ہیں۔تو قرآن مجید نے معلومات عامہ اور اختصاصی علم، پھران کے حاملین، اور پھران حاملین کے درجات میں واضح تفریق بیان کی ہے۔ چنانچہ کسی خاص میدان میں اختصاصی مہارت حاصل کرنا قرآن مجید کی تعلیمات میں سے ایک بنیادی تعلیم ہے۔اور ایسے شخص کو جو کسی فن میں خاص مہارت اور باریک بینی حاصل کرتا ہے:» راسخ فی العلم « سے تعبیر کیا ہے «۔

چنانچہ اس کا یہ اثر تھا کہ تخصص کی داغ بیل عہدِ نبوت میں پڑ چکی تھی اور مختلف شعبوں کی اختصاصی مہارت کے ماہرین تک پیدا ہو چکے تھے۔جس کے متعلق حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: » میری امت کے سب سے رحم دل انسان حضرت ابو بکر صدیقؓ ،حکم خداوندی کے معاملے میں سب سے سخت حضرت عمرؓ ،سب سے باحیا حضرت عثمانؓ ،سب سے زیادہ حلال وحرام کے مسائل جاننے والے حضرت معاذ بن جبلؓ ،علم فرائض کے سب سے بڑے عالم حضرت زید بن ثابتؓ ،اور سب سے بڑے قاری حضرت ابی ابن کعبؓ ہیں۔اور ہر امت کا ایک امین ہوا کرتا ہے، میری امت کے امین حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ ہیں «۔ (الجامع الكبير للترمذی: ٦/ ٣٣٨، برقم: ٤١٢٤).

اسی طرح امام شافعیؒ (ت: ٢٠٤ھ) کسی ایک فن میں تخصص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نصیحت فرماتے ہیں:

»مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا: فَلْيُدَقِّقْ فِيهِ، لِئَلَّا يَضِيعَ دَقِيقُ الْعِلمِ «.

ترجمہ: جب طالبِ علم کسی علم کو حاصل کرے،تو اسے چاہیے کہ اس علم کی گہرائی میں جائے، تاکہ علم کی باریکی رہ نہ جائے۔

(المدخل إلى علم السنن للبيهقي: ٢/ ٧٥٤).

مشہور لغوی، ماہر ادیب اور محدث ابوعبید قاسم بن سلاّمؒ (ت: ٢٢٤ھ) فرماتے ہیں:

»مَا نَاظَرَنِي رَجُلٌ قَطُّ وَكَانَ مُفَتِّنًا فِي الْعُلُومِ إِلَّا غَلَبْتُهُ، وَلَا نَاظَرَنِي رَجُلٌ ذُو فَنٍّ وَاحِدٍ إِلَّا غَلَبَنِي فِي عِلْمِهِ ذَلِكَ «.

ترجمہ: میں نے جب بھی کسی ایسے شخص سے گفتگو کی جو کئی فنون میں مشغول تھا،تو میں اس پر غالب رہا۔اور جب کسی ایسے شخص سے گفتگو ہوئی جو کسی ایک فن میں ماہر تھا،تو وہ اس فن میں مجھ پر غالب آ گیا۔

(جامع بيان العلم وفضل لابن عبد البر (ص: ١٧٧)

تخصص میں مزاج اور ذوق

عصرِ حاضر میں کئی ایک تخصصات رائج ہیں جن میں سے خاص طور پر »تخصص فی الفقه والإفتاء، تخصص فی علوم الحدیث، تخصص فی الدعوة والإرشاد، تخصص فی السیرة، تخصص فی التفسیر وأصوله، تخصص فی اللغة العربیة اور تخصص فی اللغة الإنجلیزیة« وغیرہ شامل ہیں جو رسمی طور پر ایک یا دو سالوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ حالانکہ کسی فن کے اندر اتنے عرصے میں مہارت حاصل کرنا، ناممکن نہ سہی لیکن مشکل ضرور ہے، اور نہ ہی متخصِّص اتنے عرصے میں ماہر بن سکتا ہے البتہ ایک دو سال لگانے سے طالب علم کو فن کے ساتھ دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے اور مزاج بن جاتا ہے، مسائل کے کچھ اصول وفروع اور اصطلاحات معلوم ہو جاتی ہیں پھر تخصص کی تکمیل کے بعد، مسلسل فن کے ساتھ جڑے رہنے اور کام کرتے رہنے سے مہارت اور ترقی حاصل ہوتی ہے۔

ہمارے استادِ محترم حضرت مولانا احسن احمد عبدالشکور صاحب دامت برکاتہم کے بقول کہ: حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتیؒ (ت: ١٤٤٢ھ) فرمایا کرتے تھے: »میاں! تخصص تو مزاج اور ذوق پیدا ہونے کا نام ہے«، ایک اَور مفتی صاحب سے سنا ہے کہ » تخصص ماہر فن کے پاس رہ کر، فن کو سیکھنے کا نام ہے «۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محض ذاتی کتب بینی اور انفرادی مطالعہ کسی قدر فائدہ مند تو ہے لیکن تحقیق ومحقِّق کے لیے ہرگز کافی نہیں، اسے کسی صاحبِ فن کی صحبت میں رہنا بہت ضروری ہے۔ ماہرین کے ہاں فن کی پیچیدگیوں، باریکیوں اور اصولوں پر گرفت حاصل کرنے کے لیے نہ صرف رہنمائی کی جاتی ہے بلکہ عملی کام (تدریب) کا بہترین ماحول مہیا کیا جاتا ہے، اور اساتذہ دل کھول کر اپنے علمی فیوضات سے متخصِّصین کو سیراب کرتے ہیں۔

تخصص میں یکسوئی

بڑا المیہ یہ ہے کہ کئی طلبہ تخصص کو سنجیدہ نہیں لیتے بلکہ آزادی اور گھومنے پھرنے کا بہترین موقع سمجھتے ہیں، حالانکہ ان سالوں میں تو مولوی صاحب کو خوب محنت کرنی اور کھپنا چاہیے کیونکہ تخصص کی غرض ہی یہی ہے کہ بندہ کسی بھی فن کے اصول وقواعد اور باریکیوں کو سیکھ کر سابقہ درجات کی کمی کوتاہی کے خلا کو پُر کرنے میں کسر نہ چھوڑے۔ اس کی مثال یوں سمجھیں: جیسے عصری علوم میں گریجویشن کے بعد طلبہ اپنے ذوق کو مدنظر

رکھ کر طب، سائنس، فلسفہ، اقتصادیات یا قانون وغیرہ میں تخصص کرتے ہیں، خصوصًا آج کل کمپیوٹر سائنس اور مصنوعی ذہانت کی طرف بڑا رجحان ہے۔ اسی طرح مدارس میں بھی درسِ نظامی کی تکمیل کے بعد طلبہ دین کے مختلف شعبوں (فقہ، حدیث، مناظرہ، سیرت یا عربی اور انگریزی زبان) وغیرہ میں تخصص کے منتظر رہتے ہیں۔ اگر عصری علوم والے طلبہ دنیوی ترقی کے لیے تخصص کرتے ہیں، تو دینی مدارس کے طلبہ کا تو اس سے بڑھ کر حق بنتا ہے کہ وہ دین کے کسی بھی شعبہ میں مہارت حاصل کریں۔

بہر حال جو کسی بھی شعبہ میں تخصص کرتا ہے، ذوق وشوق اور محنت سے پڑھتا ہے، تو بلاشبہ وہ مطلوبہ فن میں مہارت حاصل کرتا ہے۔ رہی بات ایک دو یا تین سالہ تخصص کی، تو یہ اداروں کے تعلیمی معیار پر مبنی ہوتا ہے، خصوصًا فقہ اور حدیث میں تخصص کے لیے تو چار پانچ سال کی مدت بھی کم ہے۔ ہاں! اگر ہر تخصص کا الگ استاد اور نگران ہو جو باقاعدہ ماہر فن ہو تو دو سال کا عرصہ بھی مطلوب فن کو سمجھنے کے لیے کم نہیں ہے۔ الحمدللہ ہمارے ملک پاکستان کے کئی دینی اداروں (جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی اور جامعہ دارالعلوم کراچی، جامعہ فاروقیہ کراچی، جامعہ اشرف المدارس کراچی اور جامعہ ابن عباس کراچی) میں احسن طریقے سے تخصصات کرائے جاتے ہیں، جن میں سے ہمارے جامعہ دارالتقوی لاہور میں بھی تخصص فی علوم الحدیث اور تخصص فی الفقہ معروف ہیں۔

تخصص فی علوم الحدیث کے فوائد

شعبہ علوم الحدیث میں تخصص کے کئی فائدے ہیں: ایک صحیح اور موضوع حدیث کی معلومات ہو جاتی ہیں، دوسرے تدریسِ حدیث کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے، تیسرے فنِ رجال سے خاص تعلق ہو جاتا ہے، چوتھا تصنیف وتالیف اور تصحیح مخطوطات کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے، پانچواں متونِ حدیث، شروحات، اصولِ حدیث، جرح وتعدیل اور سیرت کی کتابوں کی جانکاری ہوتی ہے، چھٹا مطالعے میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے اور ساتواں تحقیقی مزاج بن جاتا ہے۔

تخصص فی علوم الحدیث کے بعد مستقل فن کے ساتھ جڑے رہنے سے علمی ترقی ہوتی رہتی ہے وگرنہ اس کی فنی بصیرت متاثر ہو جاتی ہے۔ جیسے کہ امام عبدالرحمن مہدیؒ (ت: ۱۹۸ھ) فرماتے ہیں:

»إنّما مثل صاحب الحديث بمنزلة السمسار، إذا غاب عن السوق خمسة أيّام: تغيّر بصره«.

ترجمہ: حدیث کا طالب علم دلال کی طرح ہے، اگر چند روز بھی مارکیٹ سے دور رہے تو فنی بصیرت میں فرق آجاتا ہے۔

(الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع للخطيب البغدادي:٢/٢٧٨).

تخصص یا محض القابات

بہرکیف تخصص کوئی عام مشغلہ نہیں ہے،» لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا« ۔اس دورانیے میں چند ایک طلبہ خوب محنت کرتے ہیں، جبکہ بہتوں کو مطلوبہ فن کی ہوا بھی نہیں لگتی۔ اللہ معاف کرے! تخصص فی الفقہ کرنے والے بہت سے طلبہ کا مقصد محض اپنے نام کے ساتھ » مفتی « کا لیبل چسپاں کرنا ہوتا ہے۔اور اگر فنِ حدیث کی بات کی جائے تو بعض اداروں میں تخصص اس نہج پر کرایا جاتا ہے کہ متخصِّصین میں ہر حدیث پر حکم لگانے کی جرأت پیدا ہوجاتی ہے، اس سے احتیاط برتنا بہت ضروری ہے۔

خلاصہ کلام

عمر محدود ہے اور علوم لامحدود ہیں، لہذا مستقبل کے معماروں اور امت کے رہنماؤں کو چاہیے کہ وہ تخصص کے دورانیے میں کسی ایک فن میں خوب مناسبت ومہارت پیدا کریں اور دل جمعی سے پڑھیں۔ دعاوں کا بھی خوب اہتمام کریں تاکہ فن کے پوشیدہ نکتے ظاہر ہوں۔ طالب علم کو ادارے کے نظم وضبط کا بھی لازمًا پابند ہونا چاہیے، نہ کہ پرندے کی طرح جہاں جی چاہے اڑتا پھرے۔ یاد رہے کہ اس طرح کی لاپرواہی سے علم وعمل میں برکت ختم ہوجاتی ہے اور طالب علم اساتذہ کے علمی فیضان سے محروم ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالی ہم سب کو علمِ نافع عطا فرمائے، اساتذہ سے خوب استفادہ کرنے کی توفیق عنایت فرمائے اور تحقیقی نشر واشاعت کا باعث بنائے۔آمین

***

تیری گود میں پلتی ہے تقدیرِ اُمَم

بنت عمران گرین سٹی شاخ

علم کی اہمیت وافادیت اپنی جگہ مسلم ہے۔آج کے اس عہد میں تعلیم اتنی ہی ضروری ہے جتنا کہ زندگی کے لیے سانس کی آمد ورفت۔ایک بچے کے لیے ماں کی گود سب سے پہلا مدرسہ ہوتی ہے۔ایک نومولود جب دنیا میں آتا ہے تو وہ بالکل معصوم اور فرشتے کی طرح ہر گناہ سے پاک ہوتا ہے۔وہ تمام دنیاوی امور و مسائل سے آزاد ہوتا ہے۔

لیکن جیسے جیسے وہ اپنی زندگی کے ابتدائی مراحل طے کرتے ہوئے طفولیت کی زندگی کا آغاز کرتا ہے، ہر شے لاشعوری طور پر اس کے سامنے آتی جاتی ہے۔

بچہ جب اپنی ماں کی گود سے اترتا ہے تو گھر کی زمین پر قدم رکھتا ہے۔گویا اسے یہیں سے اپنے اطراف کے ماحول کا احساس ہونے لگتا ہے۔وہ اپنے اردگرد کے ماحول سے مانوس ہوتا چلا جاتا ہے اور ان چیزوں کو قبول کرتا ہے جو اس کے گردوپیش میں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔

سماجی نقطۂ نظر سے ایک بچے کا سماج اس کا گھر ہوتا ہے اور بچہ اپنے اس ماحول کے تمام تر طور طریقوں سے مطابقت پیدا کرنا سیکھتا ہے یا والدین اسے سکھاتے ہیں۔اس میں مرکزی کردار اس کی ''ماں'' کا ہوتا ہے، کیونکہ باپ تو معاش کے لیے گھر سے باہر ہوتا ہے۔

اب یہ بات ''ماں'' پر منحصر ہے کہ وہ اپنے بچے کی تربیت کس طرح کرتی ہے۔اکثر مائیں بچوں کی تربیت کی عمر میں ان کی تربیت خود کرنے کے بجائے انہیں موبائل فون دے دیتی ہیں۔

اب کیا بچہ اور کیا اس کی تربیت!

جیسا موبائل کا ماحول ہوتا ہے، ویسا ہی بچہ ہوتا چلا جاتا ہے۔پھر بچہ وہی کچھ کرتا ہے جو موبائل میں دیکھتا ہے۔اب موبائل کا ماحول تو آپ سب کو معلوم ہی ہے کہ کیسا ہوتا ہے۔

آج کے اس دور میں سب سے زیادہ فتنہ انگیز چیز موبائل ہی ہے۔ موبائل انسان کو بناتا بھی ہے اور بگاڑتا بھی ہے۔

ماں کی گود کے بعد اور اسکول میں داخلے سے پہلے بچے کا دوسرا مکتب اس کا گھر اور اس کے اطراف کا ماحول ہوتا ہے۔ گھر کے باہر کا ماحول بھی بچے کو اتنا ہی متاثر کرتا ہے جتنا گھر کے اندر کا ماحول۔ عموماً بچے گھر کے باہر نازیبا کلمات اور گالی گلوچ سیکھتے ہیں اور اس کا ردِعمل کم یا زیادہ، گھر میں بھی نظر آتا ہے۔ بھائی بہن کی لڑائی میں بچوں کی زبان سے یہ کلمات نہ چاہتے ہوئے بھی ادا ہو جاتے ہیں۔

بچوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ بیرونی ماحول سے سنی ہوئی باتیں جلد قبول کر لیتے ہیں۔ تجربات اور مشاہدات سے یہ بات ثابت ہے کہ بچوں کا ذہن ایک کورے کاغذ کی طرح ہوتا ہے۔ بچپن میں جو باتیں یا عادتیں انہیں سننے اور دیکھنے کو ملتی ہیں، وہ ان کے دماغ میں ثبت ہو جاتی ہیں اور عمر کے ساتھ ساتھ مزید پختہ ہوتی چلی جاتی ہیں۔

گھر اور اطراف کے ماحول کے مطابق بچوں کے ذہنوں میں باتیں پختہ ہوتی ہیں۔ اگر یہ باتیں مثبت ہوں تو بچے کو ایک اچھا شہری، بہترین انسان، ذمہ دار شخص، عالم اور اچھا رہنما بناتی ہیں، لیکن اگر خدانخواستہ یہ باتیں مثبت نہ ہوں تو ان سے ایک پورا خاندان متاثر ہوتا ہے۔

اس بات کو آپ اس واقعے سے سمجھیے کہ فتحِ مکہ کے بعد حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ جا رہے تھے کہ انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان کی آواز سنی۔ انہوں نے مذاق مستی میں اذان کے وہ کلمات دہرائے۔ نبی کریم ﷺ نے یہ سارا واقعہ دیکھا تو آپ ﷺ نے ان سے یہ الفاظ دوبارہ دہرانے کو کہا، اور پھر حضرت محمد ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ بعد ازاں وہ ایمان لے آئے اور کئی دنوں تک مسجدِ نبوی کے مؤذن مقرر رہے۔

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کے گھر کا ماحول تو ایسا نہ تھا، لیکن جب انہوں نے اذان کی نقل اتاری تو بعد میں اسی واقعے کے نتیجے میں ایمان لے آئے اور یہ واقعہ ان کے قبولِ اسلام کا سبب بنا۔

ہمیں اپنے معاشرے کو صحت مند بنانے کے لیے اس قول کو اہمیت دیتے ہوئے بچوں کو آنے والے کل کے بہترین انسان بنانا ہوگا، تاکہ وہ اچھے اور سمجھ دار انسان بن سکیں۔ جس طرح ایک سمجھ دار انسان ایک چھوٹے سے بچے سے بہت سی باتیں سیکھتا ہے، بعینہٖ ایک بچہ بھی اپنے بڑوں اور بزرگوں سے بہت سی نہیں،

بلکہ تمام باتیں قبول کرتا ہے۔ بچے فطرتاً نقال ہوتے ہیں۔ اس لیے گھر کے افراد کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ان سے جو بھی حرکات وسکنات سرزد ہوں گی، بچہ انہیں فوراً قبول کر لے گا۔ اس لیے بچوں کے سامنے فضولیات اور لغویات سے پرہیز کرنا والدین اور دیگر بڑوں کی اخلاقی ذمہ داری ہی نہیں، بلکہ سماجی ذمہ داری بھی ہے۔ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو ہم ان بچوں کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے انہیں ایک صالح اور صاف ستھرے ماحول کی تشکیل کے لیے سازگار فضا فراہم کرتے ہیں۔

بچوں کی تعلیم وتربیت، یعنی انہیں دین کا علم سکھانا، دین پر عمل کر کے دکھانا اور ان میں عمل کا شوق پیدا کرنا، ان سب کا سب سے پہلا مدرسہ والدین اور عزیز واقارب کا گھر ہے۔ بچوں کو جس سانچے میں چاہیں ڈھال سکتے ہیں اور جس رنگ میں چاہیں رنگ سکتے ہیں۔ بچے کی سنوار اور بگاڑ، دونوں کا آغاز گھر سے ہوتا ہے۔

بچوں کو بچپن میں جو اچھا یا برا طریقہ سکھا دیا جائے، وہی ان کی ساری زندگی کی بنیاد بن جاتا ہے۔ بچے کے دل میں خدا کا خوف، خدا کی یاد، خدا کی محبت اور آخرت کی فکر پیدا کرنے، نیز اسلام کے احکام سیکھنے، سکھانے اور ان کے مطابق زندگی گزارنے کا جذبہ پیدا کرنے کی پوری پوری کوشش کرنا لازم ہے۔ انہیں نیک علماء اور حفاظ کی محبت وصحبت میں دین کی تعلیم دلائی جائے، قرآن شریف حفظ کرایا جائے، قرآن و حدیث کے معانی ومطالب سمجھنے کے لیے عربی زبان سکھائی جائے اور انہیں حلال وحرام کی پہچان کرائی جائے۔

دیانت داری، شرم وحیا، سخاوت، صبر، شکر، حلم، بندوں کے حقوق کی ادائیگی اور اسی طرح دیگر اچھے اخلاق کی تعلیم بچوں کے دل کی تختی پر ثبت کی جائے۔

بچے مستقبل کا سرمایہ ہیں۔ اس لیے یہ بات نہایت اہم ہے کہ ان کی پرورش کے لیے گھر کا ماحول صحت مند اور خوش گوار رکھا جائے۔ ایک نیک اور صالح بچہ جب بھی گھر سے باہر قدم رکھتا ہے تو سماج کے مختلف لوگوں سے اس کا واسطہ پڑتا ہے۔ متعلقہ افراد بچے کی عادات واطوار اور کردار وگفتار سے اندازہ لگا لیتے ہیں کہ اس کے گھر کا ماحول کیسا ہے۔

اگر ماحول دینی ہو تو اس کا اثر بچے کے ذہن پر پڑتا ہے، ورنہ عموماً نئی نسل اپنے مذہب اور دین سے کوسوں دور نظر آ رہی ہے۔ بچے فطرتاً معصوم ہوتے ہیں اور ان کی اس معصومیت میں آنے والے کل کا

مستقبل پوشیدہ ہوتا ہے۔

اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے ماحول کو صحت مند بنائیں، کیونکہ اگر ماحول اچھا ہوگا تو بچے بھی اسی ماحول میں پروان چڑھیں گے اور ملک کی بہتری کے لیے کام کر سکیں گے۔ بچے مستقبل کا سرمایہ ہوتے ہیں۔ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے اطراف کے ماحول کو ایسا بنائیں کہ اگر کوئی غیر مسلم بھی ہمیں دیکھے، ہمارے رہن سہن اور بول چال کے طریقے دیکھے، ہماری قوم کے بچوں کی تربیت اور ان کے ایمان کو دیکھے تو متاثر ہو جائے۔

لہٰذا ہمیں اس قول کو اہمیت دیتے ہوئے یہ بات سمجھنی چاہیے کہ قوم کے بچوں کی بہتر تربیت کتنی ضروری ہے۔آج کل کے مسلمان صرف نام کے مسلمان رہ گئے ہیں۔ان کے گھروں میں جاہلانہ رسم و رواج عام ہیں، اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم دین سیکھیں۔

اللہ پاک کا شکر ادا کریں کہ اس نے ہمیں ایسا ملک عطا کیا جو اسلام کے نام پر بنا ہے اور جس کے بننے کا مقصد ہی ایمان ہے۔اس عظیم نعمت سے ہمیں فائدہ اٹھانا چاہیے اور دینِ اسلام کے قواعد وضوابط کے مطابق زندگی گزارنی چاہیے۔بچوں کو دین کی تعلیم دلانی چاہیے اور صحیح وغلط کی سمجھ دینی چاہیے، تاکہ ہمارے ملک کا مستقبل روشن ہو سکے۔

***

"مصروف رہو"
یہ اس زمین پر موجود سب سے سستی دوا ہے جو آپ کو ڈپریشن اور بیماریوں سے بچا سکتی ہے۔!

اپنی تجارت کو بابرکت بنائیں

مفتی عبدالروف سکھروی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

تجارت میں برکت کے نسخے:

الحمدللہ! اللہ کا احسان ہوا کہ اس نے ہمیں ایک ایسے دین سے وابستہ کیا جس نے اپنے ماننے والے کو زندگی گزارنے کے لیے عمدہ اصول بتائے، جس کو مدّنظر رکھ کر ہر آدمی اطمینان اور سکون کے ساتھ اپنی زندگی کی کشتی کو کنارے لگا سکتا ہے، لہٰذا یہ ممکن نہیں ہوسکتا ہے کہ اسلام نے ہمیں ایسے طریقہ نہ بتائے ہوں جس سے ہماری تجارت میں برکت ہو، تو آیئے ہم قرآن اور حدیث کی روشنی میں اور صحابہ واسلاف کے آثار میں اور بزرگوں کے تجربے میں ان کو تلاش کریں قرآن کریم چونکہ ہمارے لئے آسمانی گائیڈنس ہے لہذا سب سے پہلے قرآن ہی میں اس کو تلاش کریں۔

تقویٰ:

قرآن میں ارشاد ہے: ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا یعنی جو شخص تقویٰ اختیار کرے تو اللہ اس کے لئے ہر مصیبت اور پریشانی سے نکلنے کی سبیل نکال دیتا ہے۔ پتا چلا کہ اگر ہم بھی اپنی تجارت میں ہونے والی پریشانی سے نکلنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے متقی یعنی اللہ سے ہر حال میں ڈرنے والے بن جائیں، اب تقویٰ کے کہتے ہیں: اللہ کی چاہت اور مرضی پر چلنے کو، اور نامرضیات سے بچنے کو؛ لہٰذا اگر ہم اپنی تجارت میں کذب بیانی، دھوکا دہی، جھوٹی قسم، سودخوری، رشوت خوری، ظلم، غضب، چوری، خیانت، حرام چیزوں کی خرید وفروخت سے اجتناب کرتے ہیں، تو ہماری تجارت میں خود بخود برکتیں نازل ہونے لگیں گی۔

شکر:

لئن شکرتم لأزیدنکم اگر تم شکر گزاری کروگے تو میں ضرور بالضرور نعمتوں میں اضافہ کردوں گا۔

اس آیت سے اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ انسان جب تجارت کرے اور تجارت کے بعد جو کچھ بھی نفع مل جائے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا جائے، تو اللہ تجارت میں برکتوں کو نازل کرے گا لہٰذا جو بھی تھوڑا بہت ہاتھ لگے اس پر اللہ کا شکر بجالائے آپ کی تجارت میں خود بخود نفع بڑھنے لگے گا۔

صدقہ اور خیرات:

یمحق اللہ الربا ویربي الصدقات اللہ رب العزت سود کو ملیامیٹ کر دیتا ہے اور صدقات میں بڑھوتری کرتا ہے۔اس آیت سے پتا چلتا ہے کہ سود کے ذریعے اگرچہ ظاہری نظر سے مال میں بڑھوتری نظر آتی ہے، لیکن حقیقتاً وہ بڑھوتری اور اضافہ نہیں ہوتا بلکہ کمی ہوتی ہے، کیونکہ سود کے سبب مال اور جان پر جو غم اور پریشانیاں پے در پے آتی رہتی ہیں اور وہ حرام کے ساتھ دوسرا مال بھی اس کے پیچھے خرچ ہوتا ہے۔ اللہ ہم سب کو سود جیسی تباہ کن بیماری سے حفاظت فرمائے۔آمین!

پھر قرآن نے آگے ارشاد فرمایا: ویربی الصدقات یعنی صدقات کو بڑھوتری دیتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ صدقہ خیرات دینے سے ظاہرً ا اگرچہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ مال میں کمی ہوگئی، لیکن حقیقت میں مال میں اضافہ ہوتا ہے کیونکہ اللہ رب العزت صدقہ کی برکت سے مال میں برکتوں کو ڈال دیتا ہے، اور مالی پریشانی اور رزق میں تنگی کو دور کر دیتا ہے یہ تو دنیا کا معاملہ ہے اور آخرت میں صدقہ کی نیکیاں پھر الگ ہوں گی اللہ رب العزت ہمیں اپنے راستہ میں زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

اور قرآن کی اس آیت کو آپ تاریخ کے آئینے پر پرکھ سکتے ہیں جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ صحابہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کے راستے میں بے دریغ اور بے حساب مال خرچ کیا تو ان کے مال میں اضافہ ہی ہوتا گیا اسی طرح عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کے راستے میں بے تحاشا مال خرچ کیا تو ان کے مال میں بھی کبھی ہم نے کمی کے بارے میں نہیں پڑھا بلکہ یہ لوگ ایسے تھے کہ ان کی دنیا بھی سنور گئی اور آخرت میں بھی اللہ کی جانب سے خوشنودی کا سرٹیفکیٹ مل گیا۔ ان کے واقعات کو آپ سیرت صحابہ اور سیرت الصحابہ وغیرہ میں تفصیل کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں۔

ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ:

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

یا ایھا الذین امنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم. تومنون باللہ ورسولہ وتجاھدون في سبیل اللہ باموالکم وانفسکم ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون۔

"اے ایمان والو! کیا میں تمہاری ایسی تجارت کی طرف رہنمائی کروں جو تم کو دردناک عذاب سے بچالے۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور خدا کی راہ میں اپنے مال وجان سے جہاد کرو اگر تم یہ سمجھو یہ چیز تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اس آیت میں اللہ نے ارشاد فرمایا کہ انسان کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آوے اور پھر اپنی جان ومال کو اس کے راستے میں کھپا دیوے"، پتا چلا کہ ایمان میں پختگی اور ثبات قدمی، جہاد فی سبیل اللہ سے بھی انسانی حالات درست ہو جاتے ہیں اور رزق میں برکتیں نازل ہوتی ہیں۔

ذکر اللہ، ادائے زکوٰۃ اور اہتمام نماز اور خوف آخرت:

قرآن نے فرمایا:

رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ و اقام الصلوۃ و ایتاء الزکوۃ یخافون یوما تتقلب فیہ القلوب و الأبصار لیجزیھم اللہ احسن ما عملو ویزیدھم من فضلہ واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب۔

"یعنی صالحین تو وہ لوگ ہیں جن کو خدا کے ذکر کرنے اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ سوداگری اور نہ ہی خرید وفروخت غافل کرتی ہے، وہ ڈرتے ہیں اس دن سے جب دل (خوف اور گھبراہٹ) کے سبب الٹ جائیں گے، آنکھیں (اوپر چڑھ جائیں گی) تاکہ اللہ رب العزت ان کو ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دیوے اور اپنے فضل سے زیادہ بھی کر دیوے، اور اللہ رب العزت جسے چاہتے ہیں بے حساب رزق عطا فرماتے ہیں۔"

برادران اسلام! ہماری زندگی کا مقصد دین اور تقویٰ عبادت اور ذکر اللہ ہے نہ کہ دنیا نہ عیش وعشرت جیسا کہ قرآن کی یہ آیت بتا رہی ہے یعنی تجارت خرید وفروخت ان کو اللہ کے ذکر سے (جو مقصود مومن ہے) غافل نہیں کرتی۔ افسوس! اس زمانہ میں اکثر مسلمانوں نے تجارت کو مقصود اصلی بنالیا جس کے نتیجہ میں محبت کے رشتے کمزور ہو گئے اور جھگڑوں اور فتنوں کا ایک عظیم طوفان برپا ہو گیا۔

مگر آج کل اکثر مسلمانوں کی خصوصاً مغرب زدہ اور یورپ سے متاثر تعلیم یافتہ لوگوں کے شب و روز حرکات وسکنات افعال وکردار اقوال واعمال سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا ہی انہیں محبوب ہے اور وہی ان کا مقصود ہے مذہب کو یہ لوگ محض اس لئے اختیار کرتے ہیں تا کہ اس کے ذریعہ سے مصالح دنیا محفوظ رہیں باقی دین کو حیثیت سے اختیار نہیں کرتے اگر ایسا ہوتا تو دینی امور کو از خود اختیار کرتے اور انہی کو پسند کرتے دوسری قوموں یعنی یورپی اقوام کی تقلید نہ کرتے اور ان کی طرف نہ دیکھتے، پس ان لوگوں کی بڑی غلطی یہ ہے کہ یہ لوگ دنیا کو اصل مقصود اور دین کو تابع کر دیتے ہیں حالانکہ اس آیت میں تلبیهم تجارت ولا بیع عن ذکر اللہ کے اسلوب سے صاف معلوم ہوتا ہے دنیا مقصود نہیں بلکہ دین ہی اصل مقصود ہے اگر دنیا مقصود ہوتی تو اللہ تبارک وتعالیٰ یوں فرماتے: لا یلهم ذکر اللہ عن التجارة و البیع یعنی ذکر اللہ کی مشغولیت ان کو تجارت سے غافل نہ کرتی لیکن اللہ نے یوں نہیں فرمایا بلکہ یوں فرمایا کہ تجارة ولا بیع عن ذکر اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مقصود اصلی دین ہے۔

جب انسان اپنے آپ کو دین کا پابند اور تابعدار بناتا ہے تو اس پہ رزق کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ اللہ نے اس آیت میں ایک قانون بیان کیا جو پابندی سے صوم وصلوٰۃ کرے، اور فریضہ زکوٰۃ ادا کرے، اور اللہ سے ڈرتا رہے، تو اللہ رب العزت اس کو بہترین بدلہ دیتا ہے اور پھر آگے فرمایا: ویزیدهم من فضله اور اپنے فضل سے اضافہ کرتا یعنی حلال رزق کی طرف، سبحزی سے اشارہ کیا اور زیادتی کی طرف ویزیدهم سے اشارہ کیا، کیوں کہ اس آیت میں اگر اس کے سیاق و سباق کو دیکھا جائے تو فضل سے مراد رزق ہونا چاہیے کیونکہ پہلے تجارت کا تذکرہ اور بعد میں واللہ یرزق من یشاء یعنی اللہ جس کو چاہے بے حساب رزق عطا کر دے کا تذکرہ بتا دیتا ہے کہ فضل سے مراد رزق ہوگا، اور آگے بڑھ کر ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ لاتلهیهم سے نماز اور زکوٰۃ میں اخلاص کی طرف اشارہ ہو کیونکہ مخلص کے مدنظر ہمیشہ آخرت ہوتی ہے اور قرآن کہتا ہے یخافون یوما یعنی وہ آخرت سے ڈرتے ہیں اور لجزیهم بھر اس کے بعد ویزیدهم اور پھر آگے ویزق من یشاء سے بے حساب برکت في الرزق کی طرف اشارہ ہے اور اس کے نمونہ تاریخ میں عثمان بن عفان اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صورت میں موجود ہے۔

استغفار:

سورہ نوح میں اللہ رب العزت ایک اولوالعزم اور صاحب صبر جمیل پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کا ان

کی قوم کو نصیحت وموعظت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وقلت استغفر ربکم انه کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا و یمددکم بأموال و بنین ویجعل لکم جنات ویجعل لکم انهارا۔ یعنی نوح علیہ السلام فرماتے ہیں: میں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم اس پروردگار سے استغفار کرو یعنی گناہوں کی بخشش طلب کرو بیشک وہ بہت زیادہ بخشنے والا ہے، (استغفار کی برکت سے) تم پر موسلا دھار بارش برسائے گا۔ اور مال اور اولاد کے ذریعہ تمہاری امداد کرے گا اور تمہارے لئے باغات کی ریل پیل کر دے گا اور نہروں کو جاری کر دیا۔ قرآن کریم کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ استغفار سے رزق میں برکات اترتی ہیں اور اولاد کی بھی ولادتیں ہوتی ہیں کیونکہ ایک ایسا جلیل القدر نبی جس کی دعوت ساڑھے نوسو سال رہی وہ نبی اپنی قوم کو یہ بات کہہ رہا ہے اور پھر قرآن جیسی عظیم کتاب اس کو نقل کر رہی ہے، پتا چلا کہ یہ ایک لازمی امر ہے کہ استغفار سے رزق میں برکات اور انوار کا ورود ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے اس کو دوسری جگہ اس طرح فرمایا کہ: ما کان الله لیعذبهم وانت فیهم وما کان الله معذبهم وهم یستغفرون۔ یعنی اللہ رب العزت آپ کے ان کے درمیان ہوتے ہوئے انہیں عذاب نہ دے گا، اور وہ استغفار کر رہے ہوں تب بھی اللہ ان کو عذاب دینے والا نہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کسی قوم کے افراد برابر استغفار میں لگے رہے تو اس پر قہر خداوندی نہیں اترتا چاہے وہ قحط کی صورت میں ہو چاہے وہ تنگی رزق کی صورت میں ہو یا چاہے وہ طاعون، مارس اور مہلک امراض کی صورت میں ہو۔ بہر حال استغفار کی برکت سے آدمی اپنے رزق میں برکت نازل کروا سکتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اور بھی ان گنت فائدے اس کے ضمن میں پا سکتا ہے۔

صبح سویرے تجارت کا آغاز کرنا:

صبح کا وقت بڑا بابرکت وقت ہے اس میں بہت زیادہ برکتیں اور رحمتیں ہیں لہٰذا تاجر کو چاہئے کہ وہ جلد از جلد بستر کو چھوڑ دے اور ہو سکے تہجد پڑھے ورنہ فجر کی نماز کا ضرور اہتمام کرے پھر کچھ دیر قرآن کی تلاوت میں صرف کرے اور کچھ دیر ذکر خداوندی میں صرف کرے اور پھر بجائے دوبارہ سونے کے اگر اشراق کا وقت ہو جائے تو اشراق کی کم سے کم دو رکعت ہی ادا کر لیے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یا ابن آدم رکع لي رکعتین في اول النهار اکفك آخره۔

یعنی اے ابن آدم! تو میرے لیے دو رکعت دن کے ابتدا حصہ میں پڑھ لے دن کے آخری حصہ تک تیرے لیے کافی ہو جاؤں گا۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے تھے: اے اللہ! میرے دن

کے آغاز کو نیک عمل کا حصہ بنا کہ مجھے نیک عمل کی توفیق ہو جائے تا کہ سارا دن اللہ کی نصرت اور دن کے آغاز کو نیک عمل کا حصہ بنا کہ مجھے نیک عمل کی توفیق ہو جائے تا کہ سارا دن اللہ کی نصرت اور مدد میرے ساتھ رہے۔ مفتی تقی عثمانی مدظلہ العالی لکھتے ہیں کہ ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے صبح کا وقت ایسا بنایا ہے کہ اسی کائنات کی ہر چیز میں نئی زندگیاں آتی ہیں کہ سوتے ہوئے لوگ بیدار ہوتے ہیں کلیاں چٹکتی ہیں غنچے کھلتے ہیں پھول کھلتے ہیں پرندے جاگتے ہیں اور اللہ کا ذکر کرتے ہیں یہ وقت نئی زندگی عطا کرنے والا ہے اگر اس نئے وقت کو اللہ کے ذکر میں گزارو گے تو تمہارے قلب کے اندر رجوع الی اللہ کا نور پیدا ہوگا اتنا نور اتنا نور کہ دوسرے اوقات میں ذکر کرنے سے حاصل نہ ہوگا بی پھر حضرت والا (یعنی مفتی تقی عثمانی) تحریر فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ وہ تھا کہ فجر کے وقت مسلمانوں کی کسی بستی سے گزر جاؤ تو ہر گھر میں تلاوت قرآن کریم کی آواز آیا کرتی تھی چاہے وہ عالم کا گھر ہو یا جاہل کا اسی سے معاشرے میں نورانیت محسوس ہوتی تھی لیکن اب افسوس یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کی بستی سے گزرو تو تلاوت کے بجائے فلمی گانے کی آوازیں آتی ہیں، فالعیاذ باللہ۔ صبح کے وقت ہمارا حال ایک شاعر مجیدی لاہوری مرحوم اپنے اشعار میں اپنے زمانے کی تصویر کشی کرتے ہوئے کہتا ہے۔ پہلے لوگ سویرے اٹھتے تھے، اور اٹھ کر قرآن پڑھا کرتے تھے، اب لوگ نو بجے اٹھتے ہیں اور اٹھ کر ڈان پڑھتے ہیں جب دن کا پہلا حصہ ہی ایسے کام میں لگا دیا اور اللہ کے ذکر سے غافل ہو گئے تو پھر سارے دن کے کاموں میں نور کہاں سے آئے گا؟ بہر حال اللہ نے صبح کے وقت میں بڑی برکت رکھی ہے اور بڑا نور رکھا ہے اگر انسان اس وقت کو تلاوت میں اللہ کے ذکر میں لگائے تو انشاء اللہ اس کا نور حاصل ہوگا۔

صبح کے وقت میں برکت ہے:

ایک حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "بارک اللہ لامتی فی بکورھم" یا پھر یہ الفاظ ہے "اللھم بارک لامتی فی بکورھم" یعنی اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لیے صبح سویرے میں برکت رکھی ہے یا اے اللہ میرے امت کے صبح کے وقت میں برکتیں نازل فرما۔

اور یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ذکر یا عبادت کی حد تک نہیں فرمائی بلکہ ایک شخص جو تاجر تھے ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ تم صبح سویرے اپنی تجارت کے کام کو انجام دیا کرو وہ صحابی فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشاد سننے کے بعد میں نے اس پر عمل کیا اور صبح

ہی اول وقت میں تجارت کا عمل شروع کیا کرتا تھا تو اللہ نے مجھے اس کی برکت سے اتنا مال عطا فرمایا کہ لوگ مجھ پر رشک کرنے لگے۔

کاروبار مندہ کیوں نہ ہو؟

اب ہمارے یہاں ساری قدریں الٹ ہوگئیں دن کے گیارہ یا نو بجے تک بازار بند رہتا ہے گیارہ بجے کے بعد کاروبار شروع ہوتا ہے گیارہ بجے کا مطلب دوپہر گویا دن کا ایک پہر تو بیکار نیند اور غفلت کی حالت میں نہ نماز نہ صلوٰۃ نہ ذکر نہ تلاوت بلکہ گناہوں میں گزر گیا، کہیں فلم دیکھنے میں، کہیں سیریل دیکھنے میں، کہیں گانے سننے میں، کہیں گپ شپ میں، پھر ہر شخص کے زبان پر یہ رونا ہے کہ کاروبار مندہ ہے کہاں سے کاروبار چلے مندہ ہو جبکہ تو نے ہی تلاوت اور ذکر اللہ اور نماز میں منہ کر رکھا ہے جس ذات کی قدرت میں کاروبار ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان اللہ ھو الباسط القابض المسعر الرزاق

اللہ رب العزت وہ ہی رزق میں فراخی اور پھیلاو کرنے والا، وہ ہی کاروبار میں مندہ ڈالنے والا، وہ ہی قسمتوں کو متعین کرنے والے اور رزق دینے والا ہے، اب جب ہم نے ہی اپنے تعلقات کو اس کے ساتھ کمزور کر دیا جبکہ کاروبار میں ترقی دینا اسی کے قبضہ قدرت میں ہے تو پھر وہ بھی ہم پر کیوں برکتوں کو نازل کریگا لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ اس سے تعلق قائم کیا جائے اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے راستے کو اپنایا جائے اور صبح سویرے نماز ذکر تلاوت وغیرہ سے فارغ ہو کر اپنی تجارت کا آغاز کیا جائے پھر دیکھو کیسی برکتیں نازل ہوتی ہیں، اللہ ہم سب کو من یطیع اللہ والے گروہ میں داخل فرما دیوے اور دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

نوٹ: امام بیہقیؒ نے ایک روایت نقل کی ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے بعد سونے سے منع فرمایا وہ روایت یہ ہے: ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فجر کے بعد متصلا سوتے ہوئے دیکھا تو ان کو جگایا اور فجر کے بعد سونے سے منع فرمایا۔

***

گلدستہ ارشادات ومکتوبات مولانا الیاس صاحبؒ

مؤلف: مولانا ذوالکفل

دعوت وتبلیغ کی مبارک محنت کے مقاصد، اصول وآداب اور صحیح نہج کو سمجھنے کے لیے بانی تبلیغ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ارشادات وملفوظات کا ایک حسین گلدستہ آپ حضرات کے سامنے ہیں جس کے اندر تبلیغی چھ نمبر کی ترتیب پر بانی دعوت وتبلیغ کے ارشادات کو جمع کیا گیا ہے۔ یہ مجموعہ ایمانیات عبادات معاشرت اور اخلاق کی تعلیمات کا ایسا جامع نمونہ ہے جو ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے مسلمان کے لیے مشعل راہ ہے افادہ عام کے پیش نظر اس کتاب کو قسط وار ماہنامہ دارالتقوی میں شائع کیا جارہا ہے امید ہے قارئین کے لیے بے حد مفید ہوگا۔ ان شاء اللہ

دین کیا چیز ہے؟ احکام کے مجموعے کا نام ہے۔

(-: عمل بالذات مقصود نہیں، بل کہ احکامات کی قدردانی کرتے ہوئے کہنا۔

اصل چیز حکم کی قدر ہے، حکم ماننا۔ (ارشادات ومکتوبات مرتب: نصر اللہ خان صاحب، ص: ۴۴)

عمل کرے حکم کی وجہ سے۔ اور عمل پر بھروسہ نہ رکھے، ڈرتا رہے، اپنی جان کا دے دینا اور ترک وطن کرنا دوسروں کی پرورش کا باعث ہوگا۔ (یعنی یہ قربانی رایگاں نہیں جائے گی بل کہ نسلوں تک کی پرورش کا سامان ہوگی۔۔

ترکِ جان و ترکِ مال و ترکِ سر
در طریقِ عشق اول منزل است (ع)

-: یہ جو روح ہے اس کی بھی روح ہے، وہ کیا ہے؟ امرِ ربی۔

-: امرِ جان ہے، جس قدر اوامر ہیں، روح ہیں۔ اسباب میں جان امر کی ہے، اس بات کو پکار کر کہو اللہ (کا نام لینے) والوں سے۔

(ارشادات ومکتوبات مرتب: نصر اللہ خان صاحب، ص: ۵۵)

-: عظمتِ خداوندی کے دھیان کے ماتحت امرِ خداوندی کی قدر (اعمال کے ذریعہ کرنے کی مشق) (ع) یہ اللہ کی عین رضا ہے۔

-: اعمال بھی اللہ کی ایک مخلوق ہیں، اصل چیز اللہ کے اوامر کی قدر ہے، جیسا کہ چار رکعت والی نماز میں بیچ کے قعدہ میں اگر کوئی شخص درود شریف پڑھ جاوے تو سجدۂ سہو لازم آتا ہے، حالاں کہ درود شریف کتنی محبوب عبادت ہے، اللہ کی چلانا ہے خواہشات کے خلاف۔

-: اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کی آزمائش اپنے امر کے ذریعہ کی ہے، اوامر نفس پر گراں ہیں۔ تو اللہ کے امروں کو تلاش کرو، اس کے بغیر زندگی نہیں، دینی امروں کی تلاش کا نام طلبِ علم ہے، گویا طلبِ علم فرض ہے۔ اس طریقہ کے ساتھ گھروں سے طلب علم کے لیے بے طلبیوں میں نکلو اور ان کو طلب کی دعوت دو اور طلب والوں کو علم کی دعوت دو۔ اور علم ملے گا بزرگوں کی صحبت سے، ان حضرات کے پاس علم بھی ہے اور عمل بھی ہے، الغرض وہ خزانہ ہیں علم وعمل کا۔

-: جان کا خیال نکال، جان کی قیمت کچھ نہ ہو، انسان کی پیدائش کا مدار (مقصد زندگی) امروں کی پرورش ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کی ہر ضرورت دنیوی واُخروی کا ذمہ دار ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے تو امروں کو انسان ہی کی راحت رسانی کے لیے مقرر فرمایا ہے۔ (ارشادات ومکتوبات مرتب: نصر اللہ خان صاحب، ص: ۷۰)

-: امر کے لگنے میں اعلیٰ بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں غور کرے اور دوم درجہ اللہ کے وعدہ پر، وعید پر، جو نفس کا فائدہ ہے، اس کے موافق چلنا ہے۔ (ارشادات ومکتوبات مرتب: نصر اللہ خان صاحب، ص: ۴۲)

-: ہر مسئلہ اپنے موقع پر (مثل) کلمہ اللہ ہے، خواہ سونے کا ہو، خواہ کھانے کا ہو۔ (ارشادات ومکتوبات مرتب: نصر اللہ خان صاحب، ص: ۱۷۱)

-: اوامرِ خداوندی میں نفس کا ذلیل ہو جانا، جان کا بے قیمت ہو جانا، مادی

چیزوں کو روحانی کے ماتحت کرنا فرقِ مراتب ہے۔(یعنی جس قدر نفس کو ذلت اٹھانی ہوگی، جان کو بے قیمت کیا جائے گا اور اور مادی چیزوں کو روحانی چیزوں کے ماتحت کیا جائے گا اسی قدر عمل درجہ کے اعتبار سے بلند تر ہوگا)۔(ع)

(-: اعمال کے اندر بذریعہ فضائل، ایمان درست ہوتا ہے، اور اعمال کو موافق مسائل کے کرنے سے عبادات درست ہوتی ہیں، اور نیت سے جو رضائے الٰہی کے لیے ہو اعمال کامل ہوتے ہیں، ایماناً واحتساباً اعمال کو درست کرنا۔

(-: حضرت رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا میں بیعت کے وقت اللہ کے حکموں کو اس طرح بتلایا کرتا ہوں کہ: "جو اللہ کی ذات سے چلے ہوئے ہیں اور صفات میں رنگے ہوئے ہیں، اور آسمان کی برکت لیے ہوئے ہیں اور پھر کسی ذات سے پہنچے ہوئے ہیں"۔

(-: اللہ کے امروں کے اثرات ہیں؛ جانوروں کو کلمہ کے ذریعہ ذبح کیا تو حلال ہے ورنہ حرام ہے۔ (ارشادات ومکتوبات مرتب: نصر اللہ خان صاحب، ص:۷۹)

-: ہر موقع کے اعمال کو اللہ کے امروں کے ساتھ کرو، وہ درست اور ٹھیک ہو جائیں گے۔-: دراصل امروں کے اوپر صفتِ ایمان کے ذریعہ چلنا ہے اور حیاتِ طیبہ بنانا ہے۔ (ارشادات ومکتوبات مرتب: نصر اللہ خان صاحب، ص:۷۹)

-: اللہ کے امروں کو زندہ کرنے میں جان و مال کی پرواہ نکال دو۔

(ارشادات ومکتوبات مرتب: نصر اللہ خان صاحب، ص:۸۰)

***

خطبات داعی الی اللہ حضرت مولانا سعید احمد خاں

مہاجر مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت مولانا سعید خان صاحب رحمہ اللہ نے امت مسلمہ کی رہنمائی کے لیے دنیا بھر میں تبلیغی اسفار کئے اور اس دوران وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری رہا جو دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والوں کے لیے نایاب تحفہ ہے، حضرت کے خطابات کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں۔ ادارہ قسط وار حضرت کی کتاب کا سلسلہ شروع کر رہا ہے۔ ان شاء اللہ العزیز یہ قارئین کے لیے علم، بصیرت اور فہم دین کے کئی پہلو پر رہنمائی کریں گی۔

پندرہویں قسط:

دین کیا ہے؟

آج لوگوں میں دین کی طرف رغبت نہیں ہے دین کیا ہے؟ دین یہ ہے

(۱) تقویٰ، (۲) الصبر، (۳) الشکر، (۴) قناعت، (۵) معاملہ، (۶) معاشر ※، (۷) اخلاقیات، (۸) عبادات، (۹) اخلاص، (۱۰) اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت، (۱۱) اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت (فرمانبرداری) یہ دین ہے۔

آج لوگ دین کا علم تو سیکھتے ہیں لیکن دین کو نہیں سیکھتے، حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔

"الطَّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأُ الْمِيزَانَ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَآنِ أَوْ تَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالصَّلَاةُ نُورٌ وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَّكَ أَوْ عَلَيْكَ كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو فَبَائِعٌ نَفْسَهُ فَمُعْتِقُهَا أَوْ مُوبِقُهَا أَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ" [مسلم، ج: ۱، کتاب الطهارت، رقم

الحدیث: ۱، مشکوٰۃ، ج: ۱، رقم الحدیث: ۲۶۱]۔

(پاکی آدھا ایمان ہے اور الحمد کا ثواب پوری ترازو کو بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ والحمد للہ دونوں کا ثواب آسمان و زمین کی خالی جگہ کو بھر دیتا ہے، نماز نور ہے، صدقہ حجت ہے، صبر روشنی ہے، قرآن یا تو تیری موافقت کرے گا یا تیری مخالفت کرے گا۔ (یعنی جو قرآن پر عمل کریں گے ان کے لئے موافق ہوگا اور جو نہ کریں گے ان کا مخالف ہوگا) ہر آدمی صبر کرتا ہے اور اپنے نفس و جان سے کوشش کرتا ہے (جان خرچ کرتا ہے) پس ان میں سے کچھ وہ لوگ ہیں جو اپنے نفس و جان کے ذریعہ اطاعت و بندگی سے اللہ کو راضی کرتے ہیں اور اللہ کے عذاب سے اپنے نفس کو آزاد کرتے ہیں اور بعض لوگ وہ ہیں جو اپنی جان کو شیطان و خواہشات کے مطابق استعمال کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنی جان کو عذاب سے ہلاک کرتے ہیں۔ کیا ہم اس حدیث کو سیکھے ہوئے ہیں؟ ہمارے ہندوستان میں بہت سے علماء کہتے ہیں کہ تم لوگ جماعت میں دین کا علم سیکھے بغیر لوگوں کو کیسے دین سکھاؤ گے اور اس بات کو ایک بڑے عالم نے کہا جو بہت مشہور ہیں، یہ خبر حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ کے پاس پہنچی کہ فلاں عالم صاحب کہتے ہیں تم لوگ جاہل ہو اور علم سکھانے کے لئے نکلے ہو تو مولانا الیاس رحمہ اللہ نے اس جماعت کو یہ فرمان بھیجا کہ تم لوگ ان عالم صاحب کے قصبہ سے باہر گشت کرو اور ان کے قصبہ میں داخل نہ ہو، چالیس دن تک گشت و محنت کرتے رہو اور صرف چھ نمبر کہتے رہو، چنانچہ وہ جماعت ایک چلہ کام کرتی رہی، گاؤں والے ان عالم صاحب کے قصبہ میں ان کی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے آتے تھے اور بیان کرتے تھے کہ یہ جماعت جو دلی سے آئی ہے وہ لوگوں کو مسجدوں میں جمع کرتی ہے (جب ان لوگوں سے جماعت کی کارگزاری ان عالم صاحب نے دریافت کی تو ان لوگوں نے یہ بیان کیا) کہ وہ جماعت چھ نمبر بیان کرتی ہے مسائل کو نہیں چھیڑتی اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ مسائل اپنے علماء سے دریافت کرو۔

یہ سن کر ان عالم صاحب نے فرمایا کہ یہ جماعت بہت اچھی ہے، مبارک ہے اور بھلائی والی ہے پھر وہ جماعت آخر میں حضرت مولانا اشرفعلی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی دعا کی درخواست کرنے کے لئے اور ان کے قصبہ میں بھی جماعت نے کام کیا، ایک دن ان عالم صاحب کے محلّہ میں وہ جماعت گشت کر رہی تھی تو عالم صاحب کے گھر کے پاس ایک آدمی کی دکان تھی، متکلم نے ان سے کلمہ پڑھنے کو کہا تو اس آدمی کو کلمہ یاد نہیں تھا، یہ خبر عالم صاحب کے پاس پہنچی بذریعہ حضرت مولانا ظفر احمد

صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جو گشت میں ساتھ تھے کہ دیکھیں جماعت والے کیا کرتے ہیں اور جو متکلم صاحب تھے وہ میواتی تھے، پھر ان عالم صاحب نے فرمایا یہ میرا پڑوسی ہے اور کلمہ بھی نہیں جانتا، پھر فرمایا کہ بغیر گشت کے اور محنت کے لوگوں کی اصلاح نہیں ہوسکتی، عالم صاحب بہت متاثر ہوئے اور پھر آخر تک جماعت کی تائید کرتے رہے۔

اس کام میں تین چیزیں جمع ہیں:

ہم اس کام کے لئے نکلیں مقصد اپنی اصلاح ہو، یہاں تک کہ سچی رغبت ہمارے اندر پیدا ہوجائے، جیسا کہ دنیا والوں میں دنیا کی سچی رغبت ہوتی ہے کہ وہ بارش، سختی اور دھوپ سے نہیں ڈرتے کیونکہ ان کے اندر دنیا کی سچی رغبت موجود ہے، دنیا کے فائدے وہ جانتے ہیں لیکن دین کا فائدہ وہ نہیں جانتے، اس لئے ہم اللہ جل جلالہ کے راستے میں نکلیں تاکہ سچی اور دائمی رغبت پیدا ہوجائے کہ دین کا کوئی جز بھی فوت نہ ہونے پائے، دنیا تو ذلیلہو کر ناک رگڑتی ہوئی آئے گی، صحابہؓ کے اندر سچی رغبت تھی تو دنیا ان کے پاس ذلیل ہو کر آئی، انہوں نے دین کو سخت بھوک و فاقہ کے اندر رہ کر سیکھا، ہم بھی مشقتوں کے جھیلنے اور سختی برداشت کرنے میں صحابہؓ کی طرح ہو جائیں۔ یہ آخرت کا یقین ہے جو نکلنے کے بعد آئے گا۔ شیخ الیاسؒ لوگوں کو آخرت کی ترغیب دیتے تھے، ہم تو آخرت کو بھولے ہوئے ہیں، ہماری مجلسوں میں نہ جنت و دوزخ کا ذکر ہوتا ہے، نہ قبر و حساب اور عذاب کا ذکر ہوتا ہے، دن میں دنیا کا ذکر اور رات میں دنیا کی فکر ہے، ہم اللہ جل جلالہ کے راستہ میں نکلیں تاکہ ہمارا ذکر و فکر بدلے، حدیث میں ہے:

"الْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَتَمَنَّى عَلَى اللهِ" [1] مشكوة، ج: ۲، باب استحباب المال والعمر للطاعة، رقم الحديث: ۵۰۵۲۔

ترجمہ: عقل مند شخص وہ ہے جو اپنے نفس کو اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت میں مطیع بنادے اور مرنے کے بعد کی زندگی کیلئے عمل کرے اور بے وقوف شخص وہ ہے جو اپنی خواہشات پر چلے اور اللہ تعالیٰ پر امید باندھے۔

چونکہ لوگوں میں استعداد نہیں ہے اسلئے لوگوں کے سامنے وعظ و خطبہ (تقریر) کرنا ایسا ہے جیسا کہ جانور (گائے و بکری) کے سامنے وعظ کرنا، جیسا کہ جانور میں استعداد نہیں ہے۔ لوگ یہ نہیں جانتے کہ

ہماری دنیا و آخرت کی کامیابی اللہ ﷻ کے حکموں کو پورا کرنے اور حضرت محمد ﷺ کے طریقہ پر چلنے میں ہے کیونکہ لوگوں کا ماحول خراب ہے، لہذا اس خرابا حول سے نکل کر اچھے ماحول میں جائیں گے تا کہ اصلاح ورغبت پیدا ہو۔

۲) دوسری چیز جو اس کام میں جمع ہے وہ دعوت ہے جو ان آیات میں ہے:

"يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ﴿١﴾ قُمْ فَأَنْذِرْ ﴿٢﴾ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ﴿٣﴾ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ﴿٤﴾ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴿٥﴾ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ﴿٦﴾ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ﴿٧﴾"..[1] سورۃ المدثر۔

ترجمہ:

اے کملی، چادر اوڑھنے والے (نبی)! کھڑے ہوئیے اور لوگوں کو عذاب سے ڈرائیے اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے اور اپنے کپڑے پاک کیجئے اور بتوں سے (یعنی توحید پر بدستور قائم رہیے) اور کسی پر احسان اس لئے نہ کیجئے کہ معاوضہ چاہیں اور اپنے رب کیلئے صبر کیجئے۔

***



نیوزی لینڈ کا سفر

(نومبر 2005، رجب/شوال 1426ھ)

شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ نے امت مسلمہ کی رہنمائی کے لیے دنیا بھر کا سفر کیا ہے۔ ان سفروں کے دوران پیش آنے والے واقعات، مختلف علاقوں کی ثقافت، وہاں کے معاشرتی و دینی حالات کو حضرت نے نہایت حسین انداز میں قلم بند فرمایا ہے۔ ان تجربات و مشاہدات کو "جہان دیدہ، دنیا مرے آگے اور سفر در سفر" جیسی قیمتی کتب کی شکل میں مرتب کیا گیا ہے۔ زیرِ نظر شمارے سے حضرت کی کتاب سفر در سفر کا قسط وار سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے۔ ان شاء اللہ العزیز، یہ سفرنامہ قارئین کے لیے علم، بصیرت اور فہمِ دین کے کئی در وا کرے گا۔

پندرہویں قسط:

ویلنگٹن میں:

نیوزی لینڈ کا دارالحکومت ویلنگٹن شمالی جزیرے کے انتہائی جنوبی سرے پر سمندر کے کنارے واقع ہے، اور یہاں بیشتر اوقات بہت تیز ہوائیں چلتی رہتی ہیں، اسی لئے اسے Windy Wellington کہا جاتا ہے، ہم ہوائی جہاز سے نیچے اترے تو انہی تیز برفانی ہواؤں نے استقبال کیا، یہاں تک کہ ہوائی اڈے کی عمارت تک پہنچنا مشکل ہو گیا۔ ہوائی اڈے پر مولانا عامر مبارکپوری صاحب استقبال کیلئے موجود ہیں۔ یہ ہندوستان کے مشہور محقق و مصنف مولانا قاضی اطہر مبارکپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے ہیں، اور بذات خود بڑے صاحب استعداد عالم ہیں، عربی اردو انگریزی تینوں زبانوں پر عبور رکھتے ہیں اور مطالعے اور تحقیق کا ذوق۔ میرے نیوزی لینڈ پہنچنے کے اگلے ہی دن یہ آکلینڈ تشریف لے آئے تھے، اور آکلینڈ میں جو پروگرام ہوئے ان میں سے اکثر میں شریک رہے۔ اور میرے سفر ویلنگٹن سے ایک دن قبل واپس ویلنگٹن آ گئے تھے۔ ویلنگٹن میں تین بڑی مسجدیں ہیں، ان میں بھی سب سے مرکزی مسجد جو قلب شہر میں

واقع ہے، مولانا اس کے امام وخطیب بھی ہیں اور مسجد کے تحت جو اسلامی مرکز قائم ہے، اس کے تحت تدریس اور دعوت کے کاموں میں سرگرمی سے حصہ لیتے ہیں اور یہاں کے مسلمانوں میں بڑے مقبول ہیں۔

مغرب کے بعد یہاں میری تقریر کا اعلان ہو چکا تھا، چونکہ یہاں بھی مجمع مختلف ملکوں کے مسلمانوں کا تھا، اور ان کی مشترک زبان انگریزی ہی ہوسکتی تھی۔ اس لئے خطاب انگریزی میں ہوا۔ یہاں کے حضرات نے پہلے سے خطاب کا موضوع "سود کی حرمت اور اس سے نجات کے طریقے" طے کیا تھا، اسی کا اعلان بھی ہوا تھا، اور خود میں نے اس موضوع پر مفصل گفتگو کی ضرورت محسوس کی تھی، اس لئے اسی موضوع پر خطاب ہوا، جس کے بعد عشاء تک سوال جواب کا سلسلہ بھی رہا، اور بفضلہٖ تعالیٰ اس کے اچھے اثرات محسوس کئے گئے۔ اس محفل میں ویلنگٹن کے مختلف رنگ ونسل کے مسلمانوں سے ملاقات ہوئی، اور اسلامی اُخوت ومحبت کے مظاہرے سامنے آئے۔

اگلے دن بارہ بجے مسلمانوں کی تنظیم فیڈریشن آف اسلامک ایسوسی ایشنز نیوزی لینڈ (FIANZ) کے ذمہ دار حضرات نے اپنے دفتر میں، جو مسجد کے احاطے ہی میں واقع ہے، تنظیم کے سرکردہ حضرات سے ایک ملاقات اور ظہرانے کا اہتمام کیا تھا۔ ان حضرات سے دیر تک مقامی مسائل پر گفتگو ہوئی، اور دوسری باتوں کے علاوہ یہ معلوم ہوا کہ نیوزی لینڈ میں حلال گوشت کی تیاری اور ترسیل میں اس تنظیم کے نمائندوں نے علماء کرام کے مشورے سے طریقہ کار مرتب کیا ہے، اور اس کی باقاعدہ نگرانی کی جاتی ہے۔ مقامی علماء نے تصدیق کی کہ یہ طریقہ کار ان کے مشورے سے مرتب ہوا ہے

اس ملاقات سے پہلے مولانا عامر مبارکپوری صاحب نے ویلنگٹن شہر کی سیر بھی کرائی، یہ شہر پہاڑوں اور سمندری شاخوں سے بھرا ہوا ہے، زیادہ تر مکانات پہاڑوں کی ڈھلان پر واقع ہیں، اور سمندر کے ساحل جن کے ایک طرف سرسبز پہاڑ اور دوسری طرف سمندر موجزن نظر آتا ہے، بڑے خوش منظر ہیں، وسطِ شہر کا علاقہ نئی عمارتوں سے مزین ہے، شہد چونکہ نیوزی لینڈ کی خاص پیداوار ہے، اس لئے پارلیمنٹ کی عمارت شہد کے چھتے کی شکل میں بنائی گئی ہے، اور ایک عجیب وغریب ٹیکنالوجی یہاں عام ہے کہ بنی بنائی عمارت کو ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ منتقل کر دیا جاتا ہے۔ شہر کے اسی حصہ میں ایک کئی منزلہ عمارت ہمیں دکھائی گئی جو پہلے سڑک کے دوسرے کنارے پر واقع تھی، اسے اٹھا کر یہاں منتقل کر دیا گیا ہے۔ آک لینڈ میں ایک جگہ ہم نے مکان اٹھانے کا منظر خود دیکھا۔ وہاں بنے بنائے مکانات کی ایک مارکیٹ ہے، خریدار کو

جو مکان پسند ہو، وہ اٹھا کر لے جاتا ہے، اور جس پلاٹ پر چاہے اسے فٹ کر دیتا ہے، یہ عجیب وغریب طریقہ کار بھی میں نے کسی اور ملک میں دیکھا یا سنا نہیں تھا۔ لکڑی کے مکانات میں تو یہ بات اتنی مشکل نہیں، لیکن یہاں کے حضرات کا کہنا ہے کہ یہ عمل سیمنٹ سے بنی ہوئی عمارتوں کے ساتھ بھی کیا جاتا ہے، چنانچہ ویلنگٹن میں جس عمارت کو منتقل کیا گیا وہ سیمنٹ کی عمارت تھی۔

بدھ ۲۰ رشوال کی سہ پہر ہم ویلنگٹن سے بذریعہ ہوائی جہاز نیوزی لینڈ کے چوتھے بڑے شہر ہیملٹن پہنچے، یہ بھی بڑا سرسبز وشاداب شہر ہے، اور مسلمانوں کی بڑی تعداد یہاں آباد ہے۔ یہاں کی ایک مسجد میں جس میں زیادہ تر نمازی صومالی حضرات ہیں، عصر کے بعد یہاں بھی اعلان کے مطابق میرا انگریزی میں خطاب ہوا، اور بعد میں سوال وجواب کی ایک نشست۔

جس کے بعد ہم آک لینڈ کیلئے بذریعہ کار روانہ ہوئے، اور رات گئے قیام گاہ تک پہنچے۔

یوں تو نیوزی لینڈ قدرتی مناظر سے بھرا پڑا ہے، لیکن کہا جاتا ہے کہ اس کا سب سے زیادہ خوبصورت علاقہ جنوبی جزیرے میں کوئنس ٹاؤن ہے۔ دورۂ نیوزی لینڈ کے آخر میں ہمارے میزبانوں نے ایک ہوائی جہاز کے ذریعے وہاں لے جانے کا پروگرام بنایا، علی الصبح آک لینڈ سے روانہ ہوکر جہاز کرائسٹ چرچ رُکا جو ملک کا دوسرا بڑا شہر ہے، اور یہاں بھی مسلمان خاصی تعداد میں آباد ہیں، اس کے بعد اس نے کوئنس ٹاؤن پہنچایا جو واقعۃً اپنے قدرتی حسن و جمال میں اپنی مثال آپ ہے، تین طرف برف پوش پہاڑوں کے درمیان ایک قدرتی جھیل اور اس کے درمیان نکلے ہوئے سرسبز جزیرے نے سارے علاقے کو غیر معمولی حسن عطا کر دیا ہے اور میلوں تک کار میں سفر کریں تو ہر تھوڑی دیر بعد ایک نیا منظر دعوت نظارہ دیتا ہے۔

کوئنس ٹاؤن سے واپسی کے بعد ایک دن مزید آک لینڈ میں گزار کر ۲۴ /شوال کی صبح روانگی ہوئی، اور ۲۵ /شوال کی صبح بفضلہٖ تعالیٰ کراچی واپسی ہوگئی۔

***

آپ کے مسائل ان کا حل

دارالافتاء والتحقیق

یوم صحابہ منانے کا حکم

سوال: مفتی صاحب آج کل علماء حضرات حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا دن منا رہے ہیں کیا یہ بدعت نہیں ہے؟

جواب: کسی بھی شخصیت کا دن منانے کیلئے اس کے یوم ولادت یا یوم وفات یا کسی اور دن کی تخصیص کر لینا بدعت ہے ہاں ان تخصیصات کے بغیر سال بھر کے کسی بھی دن میں حضرات خلفائے اربعہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب کو بیان کرنا باعث اجر وثواب ہے۔

فتاوی رحیمیہ (2/76) میں ہے:

سوال: ہر سال ماہ ربیع الثانی میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کی گیارھویں کے نام سے یوم وفات بڑی دھوم دھام سے مناتے ہیں۔اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ رواج جس کے متعلق سوال کیا گیا ہے عقل ونقل دونوں کے خلاف ہے اور اس کے بدعت ہونے میں ذرہ برابر کی گنجائش نہیں۔صحیح اور قابل تقلید طریقہ یہ ہے کہ بلا تداعی اور بلا کسی پابندی کے شب وروز کی اپنے مجالس میں انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام اور اسی طرح بزرگان دین حضرت غوث اعظمؒ وغیرہ اولیاء عظام کا ذکر کیا جائے۔کفایۃ المفتی (1/149) میں ہے:

سوال: ایک جگہ جمع ہو کر جلسہ کر کے سیرت نبوی واسلام اور بانی اسلام کے تذکرہ کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: بلا تخصیص تاریخ ویوم جائز ہے۔کفایۃ المفتی (1/242) میں ہے:

سوال: یوم صدیق اکبر از روئے شریعت کیسا ہے؟

جواب: یوم صدیق منانے سے اگر یہ غرض ہو کہ ایک دن کوئی جلسہ کر کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ

عنہ کے فضائل ومناقب کی تبلیغ کی جائے تو یہ جائز ہے لیکن اس طرح خاص یوم صدیق کے نام سے ایک جدید رسم پیدا کرنا مصلحت عامہ اور اسلامیہ کے منافی ہے، اور بجائے فائدہ کے اس کا ضرر زیادہ ہے۔ یوم صدیق کے نام رکھے بغیر بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مناقب کی تبلیغ کی جاسکتی ہے۔ اور اس میں کوئی فتنہ بھی نہیں ہوگا۔

فتاوی خلیلیہ (361) میں ہے:

ایک مشورہ احقر (اشرف علی تھانوی) بھی ذکر کرتا ہے کہ مناسب ہے کہ کوئی مجلس خاص اس ذکر (خلفاء ثلاثہ) کے لئے منعقد نہ کی جائے ورنہ خدشہ ہے کہ چند روز میں اس مجلس کا حال محفل مولود کا سا نہ ہوجائے۔ ۔۔۔فقط واللہ تعالی اعلم فتوی نمبر: 249/27

سوال:

۱۔خاوند بیوی کو کس نام سے پکارے۔؟

۲۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازواج کو کس نام سے پکارتے تھے۔؟

۳۔صحابہ کرام کا اس بارے میں کیا عمل تھا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام وعلماے عظام دریں مسائل کے بارے میں:

1۔خاوند اپنی بیوی کو کس نام سے پکارے؟ آیا اسم ذاتی کیساتھ یا اسم صفاتی یا کسی لقب کیساتھ ؟2۔نیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کو کس طرح پکارتے یا بلاتے تھے؟3۔صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا اس بارے میں کیا عمل تھا؟ وبالعکس ؟ قرآن اور حدیث کی روشنی میں درج بالا مسئلہ کو مدلل ومفصل بیان فرما کر ممنون ومشکور فرمائیں۔

جواب:

۱۔ہر طرح سے پکار سکتا ہے کوئی پابندی نہیں۔

2۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کبھی نام اور کبھی لقب سے پکارنا دونوں طرح ثابت ہے۔حضرت عائشہؓ کے بارے میں آتا ہے کہ انہیں یا عائشہ بھی کہا اور یا حمیراء بھی کہا۔

3۔صحابہؓ کا مجموعی طرز عمل ہمیں معلوم نہیں اور معلوم نہ ہونے سے مسئلے کی نوعیت پر کوئی فرق بھی نہیں پڑتا۔فتاوی رحیمیہ (10/234)

’’سوال: میاں بیوی کو اس کا نام لے کر بلا سکتا ہے؟ اور بیوی اپنے میاں کو نام سے پکار سکتی ہے؟ میاں بیوی اپنے بچوں کے نام سے ایک دوسرے کو بلائیں تو کیا حکم ہے؟ میاں بیوی اپنا کوئی خاص نام رکھ کر ایک دوسرے کو بلائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: مرد اپنی بیوی کو اس کے نام سے پکار سکتا ہے۔ لیکن عورت اپنے خاوند کو اس کے نام سے نہ پکارے کہ یہ بے ادبی اور گستاخی کی بنا پر مکروہ ہے۔

یکرہ ان یدعوا الرجل اباہ و المرأۃ زوجھا باسمہ (کذافي السراجیۃ)

لہذا سردار وغیرہ **تعظیمی الفاظ** سے بلائے بل لابد من لفظ یفید التعظیم کیا سیدی ونحوہ (شامی ج ص کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع)

کتاب الفتاوی (283/4)

سوال: کیا شوہر اپنی بیوی اور بیوی اپنے شوہر کو نام لے کر پکار سکتے ہیں؟ اکثر یہ بات دیکھنے میں آتی ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو نام سے نہیں پکارتے، بلکہ اپنے لڑکے یا لڑکی کی نسبت سے پکارتے ہیں۔

جواب: نام لے کر مخاطب کرنا خلاف ادب ہے اس لیے بیٹا اپنے باپ کو اور بیوی اپنے شوہر کو نام سے نہ پکارے فقہاء نے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ عالمگیری (362/1) میں ہے:

یکرہ ان یدعو الرجل اباہ و المرأۃ زوجھا باسمہ۔

اگر غائبانہ نام سے ذکر کیا جائے تو حرج نہیں شوہر بیوی کو نام لے کر پکار سکتا ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو نام لے کر مخاطب فرمایا۔ البتہ بتقاضہ حیاء لوگوں کی موجودگی کی وجہ سے بال بچوں کی نسبت سے مخاطب کیا جائے تو اس میں بھی کوئی قباحت نہیں۔۔۔۔فقط واللہ تعالی اعلم فتوی نمبر:13/344

***

اخبار الجامعہ

مولانا سلیمان بن محمد یوسف

تمام شاخوں میں ششماہی امتحانات کی تکمیل

جامعہ دارالتقویٰ کے ماتحت تمام شاخوں میں شعبۂ حفظ کے ششماہی امتحانات یکم اکتوبر سے 7 اکتوبر تک، جبکہ شعبۂ کتب بنین و بنات کے امتحانات 7 اکتوبر سے 14 اکتوبر تک جاری رہے۔ الحمدللہ، امتحانات کے تمام تر انتظامی مراحل احسن انداز میں مکمل ہوئے۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت تمام طلبہ و طالبات کو امتیازی نمبروں سے کامیابی عطا فرمائے اور انہیں علمِ نافع اور عملِ صالح کی توفیق سے نوازے۔ آمین

جامعہ دارالتقویٰ میں تدریب المعلمین کی نشست کا انعقاد

6 اکتوبر بروز منگل، جامعہ دارالتقویٰ کی جامع مسجد الہلال، چوبرجی پارک میں جامعہ کی تمام شاخوں کے شعبہ جاتِ بنین و بنات کے اساتذۂ کرام کے لیے ''تدریب المعلمین'' کے عنوان سے ایک تربیتی نشست کا انعقاد کیا گیا۔

نشست میں اساتذۂ کرام کو تدریس کے مختلف پہلوؤں کے حوالے سے رہنمائی فراہم کی گئی۔ اس موقع پر حضراتِ اہلِ شوریٰ، حضرت مولانا عامر رشید صاحب اور حضرت مہتمم صاحب مولانا اویس احمد دامت برکاتہم نے تدریس کے مؤثر طریقوں، طلبہ کی تعلیم و تربیت اور درسگاہ کے ماحول کو بہتر بنانے کے حوالے سے نہایت فکر انگیز اور پُرمغز گفتگو فرمائی، جو اساتذۂ کرام کے لیے مفید اور رہنمائی کا ذریعہ ثابت ہوئی۔ ان شاء اللہ، اس نوعیت کے تربیتی محاضرات اساتذۂ کرام کی علمی و تدریسی صلاحیتوں کو نکھارنے،

تدریسی معیار کو بہتر بنانے اور طلبہ کی تعلیم و تربیت کے عمل کو مزید مؤثر بنانے میں معاون ثابت ہوں گے۔

جامعہ دارالتقویٰ میں طلبہ و طالبات کے لیے تفریحی سرگرمیاں

جامعہ دارالتقویٰ لاہور کی شاخوں میں تعلیمی مصروفیات کے ساتھ طلبہ و طالبات کی ذہنی و جسمانی تازگی کے لیے حسب سابق 22 اکتوبر بروز جمعرات شعبۂ بنات کی تمام شاخوں میں یومِ تفریح کا اہتمام کیا گیا، جبکہ شعبۂ بنین کی تمام شاخوں میں یہ سرگرمیاں 29 اکتوبر بروز جمعرات منعقد ہوں گی۔

ان سرگرمیوں میں طلبہ و طالبات شرعی حدود کا خیال رکھتے ہوئے اپنی صلاحیتوں کے اظہار کا موقع دیا جاتا ہے۔ اس موقع پر مختلف تفریحی اور ہم نصابی سرگرمیاں معلمات و معلمین کی نگرانی میں پیش کی جاتی ہیں، جن میں طلبہ و طالبات بھرپور دلچسپی اور جوش و خروش سے حصہ لیتے ہیں۔ ان سرگرمیوں کا مقصد تعلیمی معمولات کے ساتھ طلبہ و طالبات کو مثبت سرگرمیوں کے مواقع فراہم کرنا ہے۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے اجتماع میں شرکت کے لیے مشاورتی اجلاس، جامع اجلاس میں جامعہ کی نمائندگی

22 اکتوبر بروز جمعرات، بعد از نمازِ ظہر، جامعہ دارالتقویٰ لاہور، دارالقرآن چوبرجی میں لاہور اور اس کے مضافات کے مہتممین حضرات کا ایک اہم مشاورتی اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس کا مقصد 29 اکتوبر بروز جمعرات فیصل آباد میں منعقد ہونے والے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے اجتماع میں شرکت کی ترغیب دینا اور اس حوالے سے باقاعدہ ترتیب بنانا تھا۔

اس موقع پر شرکاء نے اجتماع کی اہمیت پر تبادلۂ خیال کیا اور شرکت کے عزم کا اظہار کیا۔ مسؤول شعبۂ بنات لاہور، حضرت مولانا اویس صاحب دامت برکاتہم نے بھی گفتگو فرمائی اور اس سلسلے میں رہنمائی کی۔

اسی سلسلے میں جامعہ دارالتقویٰ لاہور کی نمائندگی کرتے ہوئے دو اساتذۂ کرام نے 29 اکتوبر کو فیصل آباد میں منعقد ہونے والے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے اجتماع میں شرکت کی۔

***


AGree®
Lighting
agree pe sab agree
AGree
FLOOD LIGHT
IP66
COB Track Light
LED Spot Light
LED Flood Light
UFO
Street Light
agreelighting.com
0321-4877878

مکتبہ قاسمیہ

الفضل مارکیٹ ۱۷۰- اُردو بازار ۰ لاہور

2026ء کے اپ ڈیٹڈ

دس سالہ سابقہ پیپرز دستیاب ہیں

نمبر شمار	نام کتاب	رعایتی قیمت	عام قیمت
01	الجواب عامہ بنین (ثانیہ)	320	720
02	الجواب خاصہ بنین اوّل (ثالثہ)	290	640
03	الجواب خاصہ بنین دوم (رابعہ)	360	800
04	الجواب عالیہ بنین اوّل (خامسہ)	---	---
05	الجواب عالیہ بنین دوم (سادسہ)	---	---
06	الجواب موقوف علیہ (سابعہ)	---	---
07	الجواب عالمیہ بنین (دورہ حدیث)	---	---
08	الجواب خاصہ بنات اوّل	220	540
09	الجواب خاصہ بنات دوم	250	620
10	الجواب عالیہ بنات اوّل	310	780
11	الجواب عالیہ بنات دوم	310	780
12	الجواب عالمیہ بنات اوّل	300	740
13	الجواب عالمیہ بنات دوم	340	840
14	الجواب دراسات دینیہ اوّل	200	500
15	الجواب دراسات دینیہ دوم	180	450

ہر قسم کی دینی و علمی کتابوں کا مرکز

مکتبہ قاسمیہ

الفضل مارکیٹ ۱۷۰- اُردو بازار ۰ لاہور

0321-4432106 | 042-37232536

DESIGNED BY: KHURSHEED 03045025617